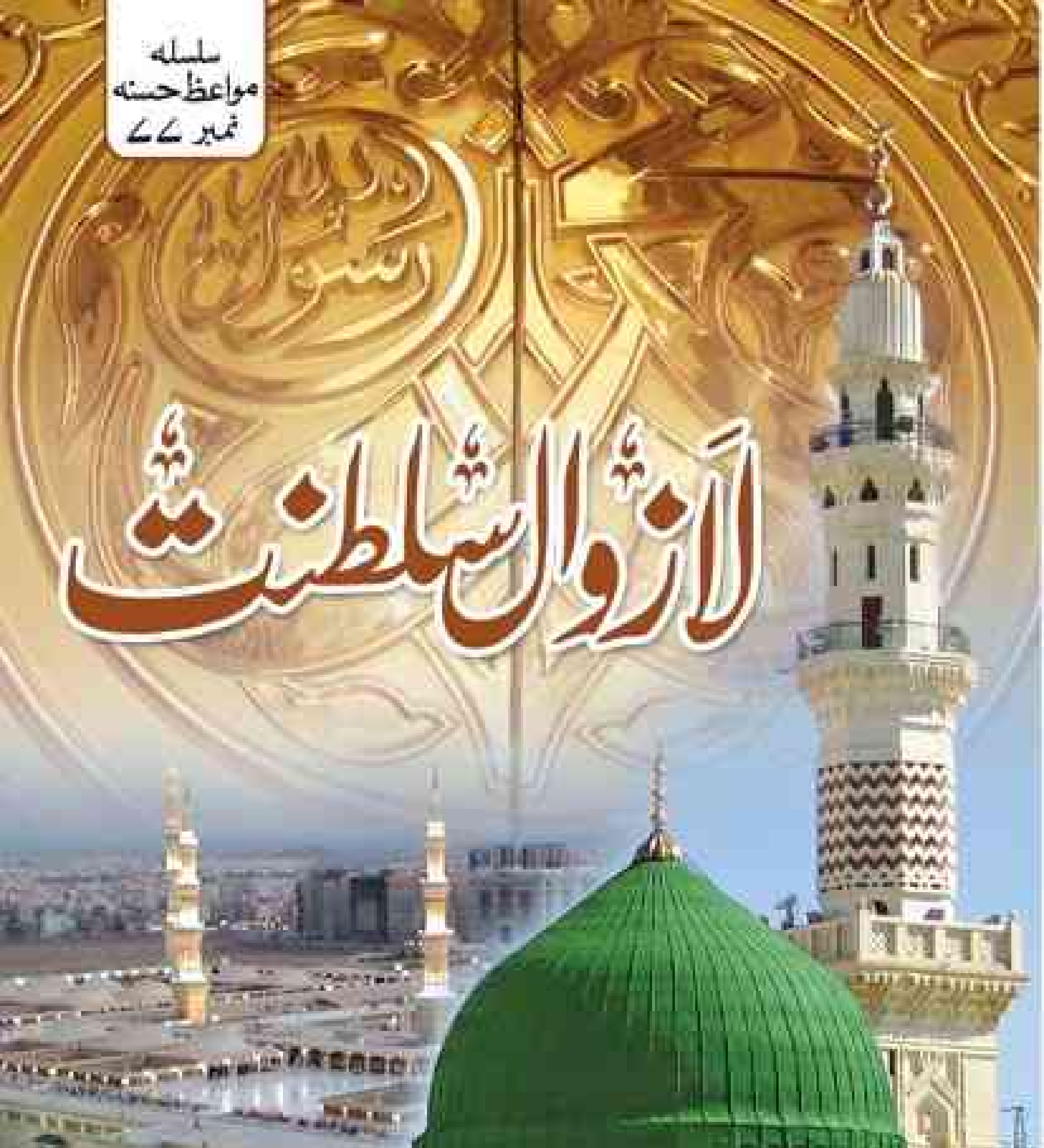

سلسلہ مواعظ حسنہ نمبر ۷۷

لازوال سلطنت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

سلسلۂ مواعظ حسنہ نمبر ۷۷

لازوال سلطنت

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ
حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حسبِ ہدایت وارشاد

حلیم الامت حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد مظہر صاحب دامت برکاتہم

www.khanqah.org

بہ فیضِ صحبتِ ابرار یہ دردِ محبت ہے
بہ امیدِ نصیحت دوستو اسکی اشاعت ہے

محبت تیرا صدقہ ہے ثمر ہیں تیرے نازوں کے
جو میں نشر کرتا ہوں خزانے تیرے رازوں کے

انتساب

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کے ارشاد کے مطابق حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جملہ تصانیف و تالیفات

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت اقدس مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور

حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

کی

صحبتوں کے فیوض و برکات کا مجموعہ ہیں

www.khanqah.org

ضروری تفصیل

وعظ : لازوال سلطنت

واعظ : عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تاریخ وعظ : ۱۴ صفر المظفر ۱۴۰۶؁ھ مطابق ۱۹ اکتوبر ۱۹۸۶؁ء بروز اتوار

مرتب : حضرت سید عشرت جمیل میر صاحب مدظلہ (خلیفہ مُجازِ بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ)

مقامِ وعظ : جامع مسجد جامعہ اشرفیہ لاہور

تاریخ اشاعت : ۲ شعبان المعظم ۱۴۳۶؁ھ مطابق ۲۱ مئی ۲۰۱۵؁ء بروز جمعرات

زیرِ اہتمام : شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ، گلشن اقبال، بلاک ۲، کراچی

پوسٹ بکس:11182 رابطہ:+92.21.34972080، +92.316.7771051

ای میل:khanqah.ashrafia@gmail.com

ناشر : کتب خانہ مظہری، گلشن اقبال، بلاک نمبر ۲، کراچی، پاکستان

قارئین و محبین سے گزارش

خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کراچی اپنی زیرِ نگرانی شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی شائع کردہ تمام کتابوں کی ان کی طرف منسوب ہونے کی ضمانت دیتا ہے۔ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی تحریری اجازت کے بغیر شائع ہونے والی کسی بھی تحریر کے مستند اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہونے کی ذمہ داری خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کی نہیں۔

اس بات کی حتی الوسع کوشش کی جاتی ہے کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی کتابوں کی طباعت اور پروف ریڈنگ معیاری ہو۔ الحمدللہ! اس کام کی نگرانی کے لیے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ کے شعبۂ نشر و اشاعت میں مختلف علماء اور ماہرین دینی جذبے اور لگن کے ساتھ اپنی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اس کے باوجود کوئی غلطی نظر آئے تو ازراہ کرم مطلع فرمائیں تاکہ آیندہ اشاعت میں درست ہو کر آپ کے لیے صدقۂ جاریہ ہو سکے۔

(مولانا) محمد اسماعیل

نبیرہ و خلیفہ مُجاز بیعت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ

ناظم شعبۂ نشر و اشاعت، خانقاہ امدادیہ اشرفیہ

عنوانات

قرآنِ پاک کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہے ۶
قرآنِ پاک میں شانِ رحمت کی تعلیم ۶
بچوں کو سزا دینے کے طریقے ۸
بغیر سمجھے قرآنِ پاک پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں ۸
قرآنِ پاک سے فرقۂ معتزلہ کے ایک عقیدے کا رد ۹
اہل اللہ سے تعلق کا ایک عظیم الشان ثمرہ ۹
توبہ کرنا کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے ۱۱
صحبتِ اہل اللہ کے فوائد کی عجیب مثالیں ۱۳
اہل اللہ کا ذکر فرشتوں کے ذکر سے افضل ہے ۱۴
اللہ کے نام کی لذت بے مثل ہے ۱۵
تعزیت تین دن تک کیوں مسنون ہے؟ ۱۶
ہر گناہ میں دوزخ کی خاصیت ہے ۱۷
عاشقِ مجاز اور عاشقِ خدا کے آنسوؤں میں فرق ۱۷
قرآنِ پاک کا محض لغت سے ترجمہ کرنا گمراہی ہے ۱۹
حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا گیا؟ ۲۰
حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ ۲۱
اہل علم کا علم کب مؤثر ہوگا؟ ۲۲
حقیقی محبت صرف اللہ کے لیے خاص ہے ۲۴
بدنظری سنکھیا سے بڑا زہر ہے ۲۵

www.khanqah.org

اللہ والے سارے عالم سے بے نیاز ہوتے ہیں ۲۶
ہر صاحبِ نسبت کا عالم الگ ہوتا ہے............................ ۲۷
مخلوق کو ایذا پہنچانے والا صاحبِ نسبت نہیں ہوسکتا ۲۸
مذکورہ آیت میں ذکر اللہ کی تفسیر ۳۰
ذکر اللہ کی پانچ تفسیریں ۳۰
ذاکر اور غافل گناہ گار میں کیا فرق ہے؟............................ ۳۱
اللہ کے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کرسکتا............................ ۳۳
گناہوں پر اصرار کی شرعی تعریف ۳۴
اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اثرات ۳۵
خاصانِ خدا گناہوں پر اصرار کیوں نہیں کرتے؟............................ ۳۶
اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے ۳۷
گناہوں سے بچنے کا نسخہ ۳۷

دیدۂ اشک باریدہ

لذتِ قرب ندامت گریۂ زاری میں ہے
قرب کیا جانے جو دیدۂ اشک باریدہ نہیں

جس کو استغفار کی توفیق حاصل ہوگئی
پھر نہیں جائز یہ کہنا کہ وہ بخشیدہ نہیں

اختر

لازوال سلطنت

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

قرآنِ پاک کاترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہے

ایک مرتبہ میرے مرشدِ اوّل شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے آیت لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ[1] پڑھ کر اس کا ترجمہ یہ کیا کہ اے اہل بیت! اے نبی کے گھر والو! تاکہ اللہ نجاستوں اور گندگیوں کو تم سے دور رکھے۔ اس آیت کا ترجمہ بعض لوگوں نے یہ کردیا کہ اے اہل بیت! تاکہ اللہ نجاستوں کو تم سے دور کردے۔ لیکن حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ عَنْ جب صلہ آتا ہے تو مجاوزت کے معنٰی آتے ہیں، لہٰذا عربی بلاغت کے اعتبار سے اس کا صحیح ترجمہ یہی ہوگا کہ اے اہلِ بیت! تاکہ اللہ گندگیوں کو تم سے دور رکھے یعنی اللہ چاہتا ہے کہ نجاست تمہیں لگے ہی نہیں، جبکہ دور کردے کا ترجمہ عربی بلاغت کے اعتبار سے صحیح نہیں جس کے معنٰی نعوذ باللہ! یہ ہوں گے کہ نجاست لگ گئی تھی پھر الگ کیا، لہٰذا دور رکھے بہترین ترجمہ ہے۔ اللہ جزائے خیر دے حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو کہ کیا عمدہ ترجمہ فرمایا۔ لہٰذا قرآنِ پاک کا ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ جیسے بعض لوگ لغت کے اعتبار سے ترجمہ کرتے ہیں، مثلاً اِنْ ھِیَ اِلَّا فِتْنَتُکَ[2] کا ترجمہ یہ ہے کہ یا اللہ! یہ آپ کی طرف سے امتحان ہے۔ یہاں فتنہ بمعنٰی امتحان ہے، اردو میں جو فتنے کے معنٰی مستعمل ہیں وہ مراد نہیں۔ چناں چہ جس معنٰی پر قرآن نازل ہوا، جس معنٰی کو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمادیا بس وہی معنٰی مقرر ہوں گے، لہٰذا جو لوگ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اے اہلِ بیت! تاکہ اللہ تم کو نجاستوں سے پاک کردے، وہ بالکل غلط ترجمہ کرتے ہیں۔

[1] الاحزاب:۳۳

[2] الاعراف:۱۵۵

قرآنِ پاک میں شانِ رحمت کی تعلیم

اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں ارشاد فرماتے ہیں اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ[۳] قرآن رحمٰن نے سکھایا ہے۔ جب قرآن اللہ تعالیٰ نے سکھایا ہے، تو اسے صرف لغت سے مت حل کرو۔ قرآن کے درست معنٰی وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سکھائے۔ یہاں ایک بات یاد آئی کہ حضرت شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے اَلرَّحۡمٰنُ عَلَّمَ الۡقُرۡاٰنَ میں صفتِ رحمٰن ہی کو کیوں نازل فرمایا؟ اس لیے کہ قیامت تک کے معلمینِ قرآن کو یعنی قرآن پڑھانے والوں کو یہ سبق مل جائے کہ بچوں کو شانِ رحمت سے پڑھاؤ، قصائی کی طرح ان کی پٹائی مت کرو، ورنہ وہ مدرسے سے نفرت کرکے انگریزی اسکولوں میں بھاگ جائیں گے۔

مجھے یاد ہے کہ ۱۹۶۴ء میں مسجد شہداء لاہور میں صوفی غلام سرور صاحب کے یہاں ایک صاحب حضرت پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس روتے ہوئے آئے کہ حضرت میرا ایک ہی بیٹا تھا، قاری صاحب کے پاس حافظ ہونے کے لیے بھیجا تھا، ایک دن انہوں نے سبق یاد نہ ہونے پر بچے کی گردن جھکائی اور پیٹھ پر ایک گھونسہ مارا، گھونسہ بائیں طرف عینِ دل کے مقابل لگا اور بچے کا ہارٹ فیل ہوگیا، یہ کہہ کر وہ شخص زار و قطار رونے لگا۔ حضرت نے فرمایا کہ ایسے قصائیوں کو خدا ہدایت دے۔ علامہ شامی ابنِ عابدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ نابالغ بچے کو ڈنڈے سے مارنا بھی جائز نہیں ہے، شدید ضرورت پر استاد ہلکے ہاتھ سے مارے، وہ بھی تین تھپڑ سے زیادہ نہیں۔ اِیَّاكَ اَنۡ تَضۡرِبَ فَوۡقَ الثَّلَاثِ فَاِنَّكَ اِذَا ضَرَبۡتَ فَوۡقَ الثَّلَاثِ اِقۡتَصَّ اللّٰہُ مِنۡكَ[۴] علامہ شامی لکھتے ہیں کہ جو تین مرتبہ سے زیادہ مارے گا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ایسے استاد سے قصاص لے گا۔ اور غصے کی حالت میں ہرگز سزا نہ دے، جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے پھر سوچے کہ کتنی سزا مناسب ہوگی۔ غرض تین تھپڑ سے زیادہ مارنا یا بہت زور سے مارنا جائز نہیں، وہ بھی سخت ضرورت پر، ورنہ عام حالات میں بہت رحمت اور محبت سے بچوں کو پڑھاؤ۔

۳؎ الرحمٰن:۱-۲

۴؎ ردالمحتار علی الدر المختار:۳۵۲/۱، دار الفکر بیروت

بچوں کو سزا دینے کے طریقے

بچے کو سزا دینے کے اور بھی بہت سے طریقے ہیں۔ اگر سبق یاد نہ ہو تو اسے کلاس میں ایک طرف کھڑا کر دو، کھانا بند کر دو کہ جب سبق سناؤ گے تب کھانا دیں گے، یا چھٹی بند کر دو کہ جب سبق سناؤ گے تب چھٹی ملے گی۔ بچوں کو سب سے زیادہ تکلیف چھٹی بند ہونے سے ہوتی ہے، ان کے نزدیک چھٹی بند ہونے سے بڑھ کر کوئی پٹائی نہیں، اس وقت مدرسہ سے بڑھ کر ان کے لیے کوئی سزا نہیں۔ اس پر ایک واقعہ یاد آگیا، ایک بچہ مدرسہ جارہا تھا اور ایک قصائی ذبح کرنے کے لیے گائے لے جارہا تھا جو چل نہیں رہی تھی اور قصائی اسے ڈنڈے سے ہانک رہا تھا، یہ دیکھ کر اُس بچے نے اپنے ابّا سے پوچھا کہ کیا یہ گائے بھی مدرسہ جارہی ہے؟ تو مدرسے میں چھٹی کے بعد ان کو تھوڑی دیر کے لیے روک لینا ان کے لیے زبردست مجاہدہ ہے۔

بغیر سمجھے قرآنِ پاک پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآن کو محض لغت سے حل نہیں کیا جاسکتا، بلکہ جن پر قرآن نازل ہوا ہے ان کی زبانِ نبوت سے اور صحابہ اور تابعین کے اقوال کی روشنی ہی میں قرآن کو سمجھا جاسکتا ہے، ورنہ الفاظ کچھ ہوتے ہیں اور معانی کچھ اور مراد ہوتے ہیں۔ یہاں پر ایک بات اور عرض کردوں کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ قرآن کو بغیر سمجھے تلاوت کرنے کا کوئی فائدہ نہیں، تو ایسا کہنے والا شخص یا بددین ہے یا جاہل ہے۔ میرے مرشدِ ثانی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہندوستان میں ستّر مدرسے چلارہے ہیں۔ ان کے مدرسے کے بچے بچے کو یہ سبق یاد ہے کہ قرآنِ پاک کی تلاوت کے کیا فوائد ہیں؟ نمبر ۱) ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں، نمبر ۲) اللہ تعالیٰ سے محبت بڑھتی ہے اور نمبر ۳) دل کا زنگ دور ہوتا ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ بغیر معنیٰ سمجھے قرآنِ پاک کی تلاوت فضول ہے، تو وہ یا تو جاہل ہے یا بددین ہے، کیوں کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآنِ پاک کے ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں اور فرمایا کہ میں یہ نہیں کہتا کہ الٓمٓ ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف ہے، لام ایک حرف ہے اور میم ایک حرف ہے۔ یہاں سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے الٓمٓ کی مثال دی جس کے معانی کوئی نہیں جانتا۔

اللہ تعالیٰ نے زبانِ نبوت سے یہ مثال کیوں نکلوائی؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے علم میں مستقبل کا یہ فتنہ تھا کہ مستقبل میں ایسے لوگ آئیں گے جو یہ کہیں گے قرآن کو بغیر سمجھے پڑھنا فضول ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے بواسطۂ زبانِ نبوت الٓمٓ کی مثال دی، تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ بغیر معنیٰ سمجھے بھی قرآنِ پاک کے ہر حرف پر ثواب ملتا ہے، کیوں کہ بڑے سے بڑا عالم بھی اس کے معنیٰ نہیں بتا سکتا۔ یہی کہے گا وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِمُرَادِہٖ بِذَالِكَ اللہ ہی اس کے معنیٰ جانتا ہے۔

قرآنِ پاک سے فرقۂ معتزلہ کے ایک عقیدے کا رد

علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّہٗ ھُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ[۵] نازل فرمایا، تو اَلتَّوَّابُ کے بعد اَلرَّحِیْمُ کیوں نازل فرمایا؟ اس لیے کہ علمِ الٰہی میں تھا کہ مستقبل میں فرقۂ معتزلہ پیدا ہوگا، جس کا گمراہ کن عقیدہ یہ تھا کہ توبہ کرنے کے بعد قانون اور ضابطے کے طور پر اللہ تعالیٰ کے ذمے معاف کرنا واجب ہو جاتا ہے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے توابیت کی صفت کے بعد صفتِ رحمت نازل فرما کر بتا دیا کہ میں جو تمہاری توبہ قبول کرتا ہوں وہ کسی قانون اور ضابطے سے نہیں کرتا، بلکہ اپنی شانِ رحمت سے کرتا ہوں۔[۶] اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں معتزلہ کے مردود عقیدے کا رد فرما دیا۔ اسی لیے اکابر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ سے مقبولیت کی دعا مانگو، کیوں کہ جو ایک مرتبہ اللہ کے یہاں مقبول ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس کو کبھی مردود نہیں کرتے۔ دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اسی مجلس میں کسی صالح ولی کے صدقے میں مقبول بنا دے۔

اہل اللہ سے تعلق کا ایک عظیم الشان ثمرہ

حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضرت دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضائے دائمی عطا کر دے۔ مولانا گنگوہی نے حضرت تھانوی سے پوچھا کہ مولانا! دائمی کی قید کیوں لگاتے ہو؟

---

۵ البقرۃ:۳۷

۶ روح المعانی:۱۰/۱۱۸، التوبۃ (۵۵)، دار احیاء التراث، بیروت

انہوں نے کہا تاکہ وہ ہمیشہ خوش رہیں۔ فرمایا رضائے کامل مانگو، وہ جس سے ایک دفعہ خوش ہو جاتے ہیں پھر کبھی ناراض نہیں ہوتے، جس کو ایک دفعہ مقبول بناتے ہیں پھر کبھی مردود نہیں کرتے، اگر اس سے کبھی خطا ہو بھی جائے تو توفیقِ توبہ سے پاک وصاف کردیتے ہیں۔ اسی لیے حضرت حکیم الامت فرماتے ہیں کہ اس سلسلہ کی ایک برکت یہ بھی ہے کہ جو لوگ اہل اللہ کا دامن پکڑے ہوئے ہیں، اللہ والوں سے بیعت ہیں، مشائخ کے یہاں سلوک طے کررہے ہیں، اگرچہ ان سے لغزشیں بھی ہوجائیں، اگرچہ وہ کبھی کسی گناہ سے مغلوب بھی ہوجائیں، لیکن آخر میں جب اُن کا خاتمہ ہوگا تو اللہ تعالیٰ تمام ماسوی اللہ پر اپنے تعلق کو غالب کرکے کاملین میں نہ سہی، تائبین میں ضرور اُٹھائیں گے۔

حکیم الامت تھانوی کے مُجازِ صحبت حافظ عبد الولی صاحب نے ایک دن مجھے ایک خط دِکھایا کہ اختر! میں تجھے حکیم الامت کے الفاظ دِکھانا چاہتا ہوں، میں نے حضرت کو خط لکھا تھا کہ حضرت! میرے اعمال تو بڑے خراب ہیں، مجھے بہت ڈر لگتا ہے کہ نہ جانے قیامت کے دن میرا کیا حال ہوگا؟ اس کے جواب میں حضرت حکیم الامت نے اپنے دستِ مبارک سے حافظ عبد الولی صاحب کو جو جواب تحریر فرمایا، اس کو میں نے خود پڑھا ہے۔ حضرت کے الفاظ یہ تھے کہ ان شاء اللہ بہت اچھا خاتمہ ہوگا، اگر کاملین میں نہ اٹھائے گئے تو تائبین میں ضرور اٹھائے جاؤ گے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ اللہ اللہ کرتے ہیں اور اللہ والوں کے پاس آتے جاتے ہیں، ان سب کے ساتھ اللہ کا یہی معاملہ ہوگا کہ موت سے پہلے ماسِوی اللہ پر اپنا تعلق غالب فرمادیں گے۔

اللہ تعالیٰ کو رحم آتا ہے کہ ساری زندگی یہ مجاہدہ کرتا رہا، نفس سے کشتی لڑتا رہا، کبھی چت ہوگیا کبھی جیت گیا، لہٰذا رحم فرماکر آخر میں اسی کو غالب فرمادیتے ہیں اور تعلقاتِ ماسوی اللہ پر اپنا تعلق غالب فرماکر اپنے پاس بلاتے ہیں۔ اس پر خواجہ صاحب کا شعر ہے ؎

نہ چت کرسکے نفس کے پہلواں کو
تو یوں ہاتھ پاؤں بھی ڈھیلے نہ ڈالے
ارے اس سے کشتی تو ہے عمر بھر کی
کبھی وہ دبالے کبھی تو دبالے

"تو دبالے" کو بعد میں بیان کیا کہ آخر میں تو ہی دبائے گا ان شاء اللہ۔

توبہ کرنا کسی حال میں نہیں چھوڑنا چاہیے

خواجہ صاحب کی اس ترتیب میں حکیم الامت کا وہ ملفوظ بھی آگیا جو ابھی بیان کیا۔
خواجہ صاحب ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

مان لیجیے! ایک آدمی توبہ کرتا ہے پھر اس کی توبہ ٹوٹ جاتی ہے، پھر وہ اللہ سے معافی مانگتا ہے۔ دس دن ذکر کرتا ہے، تین دن چھوڑ دیتا ہے پھر شروع کر دیتا ہے، بہر حال کام میں لگا ہوا ہے، تو فرماتے ہیں کہ ان شاء اللہ یہ بھی سلوک طے کر جائے گا۔ سلوک ان کا نامراد ہوتا ہے جو بیٹھ جاتے ہیں اور پھر چلتے ہی نہیں، اسی لیے مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے ؎

ہم نے طے کیں اس طرح سے منزلیں
گر پڑے گر کر اُٹھے اُٹھ کر چلے

تو خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے

یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

دوستو! اگر مچھلی کو سو دفعہ پانی سے نکالو تو وہ پھر پانی میں جائے گی۔ اگر اس سے کہو کہ تجھے پانی میں جاتے ہوئے شرم نہیں آتی، تو وہ کہے گی کہ ایسی شرم پر ماروں لات، کیوں کہ پانی ہی ہے میری حیات، پانی کے بغیر تو مجھے موت آجائے گی۔ اسی طرح بندہ سے چاہے لاکھ دفعہ گناہ ہو جائے تو لاکھ دفعہ توبہ کرے اور توبہ سے نہ شرمائے، کیوں کہ توبہ سے شرمانا اللہ سے دوری کو برداشت کرنا ہے۔ جیسے غالب نے مسلمانوں کو توبہ کرنے سے شرم دلائی تھی۔

www.khanqah.org

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالبؔ
شرم تم کو مگر نہیں آتی

اس شعر کے بارے میں مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے فرمایا کہ میں نے غالب کے اس شعر کی اصلاح کی ہے۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کے سلسلہ کے نہایت قوی النسبت بزرگ ہیں، ہمارے تمام مشائخ بھی ان کو صاحبِ نسبت کہتے ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ مصنف عبد الرزاق کا حاشیہ لکھنے والے مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی، مولانا علی میاں ندوی اور مفتی محمود الحسن گنگوہی جیسے بڑے علماء اُن سے دُعائیں لیتے تھے۔ تو حضرت نے فرمایا کہ غالب نے اس شعر میں اتنی شرم دِلائی ہے کہ شرم کی حقیقت ضایع کر دی اور گناہ گار مارے شرم کے کعبہ نہیں جائیں گے۔

ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مشکوٰۃ شریف کی شرح میں حیا کی حقیقت بیان فرماتے ہیں:
فَاِنَّ حَقِیْقَۃَ الْحَیَاءِ اَنَّ مَوْلَاکَ لَا یَرَاکَ حَیْثُ نَھَاکَ[۱] حیا کی حقیقت یہ ہے کہ تمہارا مولیٰ تمہیں ان باتوں میں مبتلا نہ دیکھے جن سے تمہیں منع کیا ہے۔ تو مولیٰ کو ناراض کرتے ہوئے تو شرم نہیں آئی، معافی مانگتے ہوئے شرم آرہی ہے، یہ شرم تو حرام ہے، لہٰذا مولانا شاہ محمد احمد صاحب نے غالب کے شعر کی اصلاح کر دی اور فرمایا۔

میں اسی منہ سے کعبہ جاؤں گا
شرم کو خاک میں ملاؤں گا
ان کو رو رو کے میں مناؤں گا
اپنی بگڑی کو یوں بناؤں گا

دوستو! اگر مچھلی پانی سے نکل جائے تو کیا وہ یہ کہے گی کہ میں نے ایک دفعہ شکاری کا چارہ کھالیا، اب مجھے پانی میں جاتے ہوئے شرم آرہی ہے؟ اگر ایک کروڑ بار پانی سے نکلے گی تو ایک کروڑ بار پانی میں جائے گی۔ پس اگر کروڑہا گناہ ہوجائیں تب بھی اللہ کے سوا کوئی دوسرا دروازہ نہیں ہے، جہاں جاؤ گے ایک ہی اللہ ہے، ایک ہی پالنے والا ہے۔ گناہ گاروں کا خدا بھی وہی ہے اور

[۱] مرقاۃ المفاتیح:۱/۷۰، کتاب الایمان، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

www.khanqah.org

صالحین واولیاء کا خدا بھی وہی ہے۔ ایک بزرگ نے تہجد کی نماز پڑھی، تو غیب سے آواز آئی کہ تمہاری تہجد قبول نہیں۔ ان کے خادم نے بھی یہ آواز سن لی تو اس نے کہا جب تہجد قبول نہیں تو آرام سے سوئیے۔ تو وہ بزرگ رونے لگے، کہنے لگے قبول ہو یا نہ ہو، ہمارا ایک ہی خدا ہے، ایک ہی دروازہ ہے، اسے چھوڑ کر کہاں جائیں؟ وہ چاہے قبول کریں یا نہ کریں، ہمارے لیے اس کے علاوہ کوئی اور بارگاہ نہیں ہے کہ اس کو چھوڑ کر دوسری چوکھٹ پر سر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان کی اس بات پر ایسا پیار آیا کہ فوراً آسمان سے آواز آئی ؎

قبول است گرچہ ہنر نیستت
کہ جز ما پناہِ دِگر نیستت

اے شخص! تیری سب تہجد قبول ہے، اگرچہ تیرا ہنر اس قابل نہیں کہ اسے قبول کیا جائے، پھر بھی ہم قبول کرتے ہیں، کیوں کہ میرے سوا تیرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نہ پوچھے سوا نیک کاروں کے گر تو
کہاں جائے بندہ گنہگار تیرا

اور ایک بزرگ سے فرما رہے ہیں ؎

جس گلستاں کے تم گل تر ہو
خار اُس بوستاں کے ہم بھی ہیں

صحبتِ اہل اللہ کے فوائد کی عجیب مثالیں

مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک کانٹا رو رہا تھا کہ میں نے صلحاء کی زبان سے سنا ہے کہ آپ کا نام سَتَّارُالْعُیُوْبِ ہے یعنی عیبوں کو چھپانے والا، لیکن آپ نے مجھے تو کانٹا بنایا ہے، میرا عیب کون چھپائے گا؟ مولانا رومی دیوانِ شمس تبریز میں فرماتے ہیں کہ اس کی زبانِ حال کی دعا پر اللہ تعالیٰ نے اس کے اوپر پھول کی پنکھڑی پیدا کر دی، تاکہ وہ پھول کے دامن میں اپنا منہ چھپا لے۔ بتائیے! گلاب کے پھول کے نیچے کانٹے ہوتے ہیں یا نہیں؟ مگر

www.khanqah.org

باغبان ان کانٹوں کو باغ سے نہیں نکالتا۔ باغ سے صرف وہ کانٹے نکالے جاتے ہیں جو خالص کانٹے ہیں، جنھوں نے کسی پھول کے دامن میں پناہ نہیں لی۔ اسی طرح جو اللہ والوں سے نہیں جڑتے ان کے لیے تو خطرہ ہے، لیکن جو گناہ گار اللہ والوں کے دامن میں منہ چھپائے ہوئے ہیں وہ نہیں نکالے جائیں گے، بلکہ ان اللہ والوں کی برکت سے ایک دن وہ بھی اللہ والے بن جائیں گے۔ دنیا کے کانٹے تو پھولوں کے دامن میں کانٹے ہی رہتے ہیں، لیکن اللہ والے ایسے پھول ہیں کہ ان کی صحبت میں رہنے والے کانٹے بھی پھول بن جاتے ہیں۔ اگر دیسی آم لنگڑے آم کی قلم کے پیوند سے لنگڑا آم بن سکتا ہے تو دیسی دل یعنی غافل و گناہ گار دل بھی اللہ والوں کے ذاکر دل کے پیوند سے اللہ والا بن سکتا ہے۔ لنگڑے آم میں تو یہ خاصیت ہو کہ وہ دیسی آم کو لنگڑا آم بنادے تو کیا اللہ والوں کی صحبت میں یہ خاصیت نہ ہوگی کہ ان کی صحبت گناہ گار کو ولی اللہ بنادے؟ کیا اشرف المخلوقات اللہ والوں کی صحبت نباتات سے بھی کمتر ہے؟ جب نباتات جیسی مخلوق میں یہ خاصیت ہے کہ وہ اپنی صحبت میں رہنے والے کو اپنے جیسا بنادیتی ہے، تو اللہ والوں کے دل میں اس خاصیت کو محال سمجھنا نہایت کم عقلی کی بات ہے۔

اہل اللہ کا ذکر فرشتوں کے ذکر سے افضل ہے

فتح الباری شرح بخاری میں علامہ ابنِ حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ والوں کا اللہ کہنا فرشتوں کے اللہ کہنے سے افضل ہے اور اس کی دو وجہ بیان فرماتے ہیں: نمبر ایک یہ کہ اللہ والے جو اللہ کا نام لے رہے ہیں تو وہ بغیر دیکھے اللہ کہہ رہے ہیں اور فرشتے دیکھ کر کہہ رہے ہیں اور ذکر عالمِ غیب کا افضل ہے ذکرِ عالمِ شہادت سے، کیوں کہ یہ بغیر دیکھے خدا پر مر رہے ہیں، اس لیے اِن کا ذکر اُن کے ذکر سے افضل ہے جو دیکھ کر محبت کر رہے ہیں۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے، مگر میرا محبوب پوشیدہ ہے **یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ**[۸] ہے، نظر نہیں آتا،

۸ البقرۃ:۲

اللہ کے عاشق ان کی خاطر ٹھنڈے پانی سے وضو کرتے ہیں، مثلاً اگر مری چلے جائیں اور گرم پانی نہ ملے تو بھی نماز قضا نہیں کرتے، ٹھنڈے یخ پانی سے، چاہے وہ بچھو کی طرح کاٹ رہا ہو وضو کرتے ہیں اور جہاد کے میدان میں گردن کٹوارہے ہیں اور اپنا خون بہارہے ہیں، لیکن ان کا محبوب نظر سے پوشیدہ ہے۔ اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

عشقِ من پیدا و دلبر ناپدید
در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

میرا عشق تو ظاہر ہے، میرا وضو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، جہاد سب ظاہر ہے، لیکن جن کے لیے مر رہے ہیں وہ نظر نہیں آتے۔ لاؤ! دونوں جہاں میں ایسا محبوب مجھے دکھاؤ کہ جس پر بغیر دیکھے جانیں دی جارہی ہوں اور گردنیں کٹوائی جارہی ہوں ؎

میں اُن کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتادے
لا مجھ کو دکھا اُن کی طرح کوئی اگر ہے

ان کا کوئی کفو نہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ[۹] ان کی برابری اور ہمسری کرنے والا کوئی نہیں ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے نام کی لذت کا بھی کوئی ہمسر نہیں ہو سکتا۔

اللہ کے نام کی لذت بے مثل ہے

یہ بات خوب سمجھ لیجیے۔ اختر اپنے اکابر کے اقوال کی روشنی میں منبر سے اعلان کر رہا ہے کہ اللہ کے نام کی مٹھاس اور اللہ کے نام کی لذت اور تعلق مع اللہ کی دولت اور تقویٰ کے نور کی نہ کوئی سلطنت ہمسر ہو سکتی ہے، نہ تخت و تاج ہمسر ہو سکتا ہے، نہ حوروں کی لذت ہمسر ہو سکتی ہے، نہ دنیا کی کوئی لذت ہمسر ہو سکتی ہے، نہ آخرت کی کوئی لذت ہمسر ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نام کی مٹھاس اور ان کے دیدار کی لذت کی کوئی لذت ہمسر نہیں ہو سکتی، کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ میرا کوئی ہمسر، کوئی برابری کرنے والا نہیں ہے۔ پس ان کے نام کی لذت کی بھی ہمسری کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے جس

۹؎ الاخلاص: ۴

کو بلا الیکشن سلطنت لینی ہو، جس کو بلا الیکشن وزارتِ عظمیٰ کی کرسی لینی ہو، جس کو بغیر پیسے کے ساری دنیا کے سیب کھانے ہوں، کیوں کہ پیسہ ہوتے ہوئے بھی ایک کلو سیب کھانے کے بعد معدہ جواب دے جاتا ہے، لیکن جو ایک دفعہ محبت سے اللہ کہتا ہے ساری کائنات کے سیب وہ کھالیتا ہے، سارے جہاں کی نعمتوں کی لذت اس کے قلب میں داخل ہو جاتی ہے۔ محبت سے اللہ کا نام لے کر دیکھو، سارے عالَم کی لذت اس میں موجود ہے۔ اللہ مرکزِ لذّات ہے، خالقِ لذّات ہے، سرچشمۂ لذّات ہے۔ اللہ کا نام ایسا کیپسول ہے جس کے اندر دونوں جہاں کی لذت موجود ہے۔ جنت کی حوروں کی لذت بھی ہے اور دنیا کے حسینوں کی لذت بھی ہے اور گنے کا رس بھی ہے اور انگور کا جوس(Juice) بھی ہے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

اے دل ایں شکر خوشتر یا آنکہ شکر سازد
اے دل ایں قمر خوشتر یا آنکہ قمر سازد

اے دل! یہ چینی زیادہ میٹھی ہے یا چینی کا پیدا کرنے والا زیادہ میٹھا ہے، اے دل! یہ چاند زیادہ حسین ہے یا چاند کا بنانے والا زیادہ حسین ہے؟ جو لوگ ان حسینوں سے دل لگاتے ہیں ان کی پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ جہاں پری آئی وہیں شانی بھی آئی، پریشانی میں جہاں پری ہے وہاں شانی بھی ہے۔ یاء نسبتی ہے یعنی پری یہ کہتی ہے کہ میری شان ہے پریشانی، لہٰذا پہلی ہی نظر سے پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔

تعزیت تین دن تک کیوں مسنون ہے؟

ایک صاحب نے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا کہ نظر بچانے سے بہت تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت نے پوچھا کہ نظر بازی کے بعد کتنی تکلیف ہوتی ہے اور کتنے گھنٹے رہتی ہے؟ ان صاحب نے لکھا کہ جب حسینوں پر نظر ڈال دیتا ہوں تو بہتّر گھنٹے یعنی تین روز تک اس کی یاد میں قلب تڑپتا رہتا ہے۔ یہ طبعی غم ہے، اسی لیے تعزیت بھی تین دن تک مسنون ہے، کیوں کہ تین دن تک غم کا اثر رہتا ہے اور تین دن کے بعد تعزیت جائز نہیں۔ تو ایک بد نظری کا اثر کم از کم بہتر گھنٹے رہتا ہے یعنی تین دن تک پریشانی رہتی ہے۔ اور اگر نظر بچائی، حسینوں کو دیکھا ہی نہیں کہ اس کی آنکھ کیسی ہے، ناک کیسی ہے تو پریشانی آئی ہی نہیں۔

بس تھوڑی سی وہمی تکلیف ہوئی کہ نہ جانے اس کی صورت کیسی ہوگی؟ گوماضی احتمالی استعمال کررہاہے(ماضی احتمالی میں ''ہوگا'' یا''ہوگی'' لگاناضروری ہے) کہ نہ جانے کیسا ہوگا یا نہ جانے کیسی ہوگی؟ اس لیے یہ وہمی تکلیف زیادہ سے زیادہ تین منٹ رہے گی، لیکن پھر جان چھوٹ جائے گی۔ نظر بچاکر آگے بڑھ گئے اور تکلیف ختم۔ اسی لیے خواجہ صاحب فرماتے تھے ؎

ڈال کر ان پر نگاہِ شوق کو
جان آفت میں نہ ڈالی جائے گی

ہر گناہ میں دوزخ کی خاصیت ہے

نفس دوزخ کی برانچ ہے، جو کچھ برانچ میں جمع کیا جاتا ہے وہ ہیڈ آفس میں جمع ہو جاتا ہے، جو مزاج ہیڈ آفس کا ہوتا ہے وہی برانچ کا ہوتا ہے، لہٰذا جو گناہ و نافرمانی نہیں چھوڑتا اس کے دل میں دوزخ کی خاصیت یعنی بے چینی اور پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ اور دوزخ کا مزاج ہے لَا یَمُوۡتُ فِیۡهَا وَلَا یَحۡیٰی[۱۰] دوزخی کو نہ موت آئے گی نہ زندگی ملے گی۔ اسی طرح گنہگاروں کی زندگی ہوتی ہے کہ نہ ان کو موت آتی ہے نہ زندگی ملتی ہے۔ اِن ہی نادان عشاقِ مجازی کے لیے میں نے ایک شعر کہا ہے ؎

نہ نکلی نہ اندر رہی جانِ عاشق
عجب کشمکش میں رہی جانِ عاشق

عاشقِ مجاز اور عاشقِ خدا کے آنسوؤں میں فرق

اچھا ایک بات اور بھی عرض کردوں کہ اگر نظر بازی سے دنیا یا آخرت کا کوئی فائدہ ملتا، تو کہہ دیتے کہ چلو بھائی نظر بازی کا کوئی فائدہ تو ہے، مگر اس سے تو دنیا اور آخرت دونوں جہاں میں خدا کا عذاب ملتا ہے، نہ یہاں آرام نہ وہاں آرام۔ اور حسن اتنی فانی چیز ہے کہ چند ہی دن میں چہرے کا جغرافیہ بدل جاتا ہے۔ کسی کی جوانی دیکھ کر شاعر غزل کہتا ہے اور ایک ایک

[۱۰] الاعلیٰ:۱۳

شعر پر رات بھر روتا ہے، لیکن اس کا ہر آنسو گدھے کے پیشاب سے بھی زیادہ حقیر ہوتا ہے، کیوں کہ اللہ کو چھوڑ کر غیر اللہ سے دل لگا رہا ہے۔ ایک حدیث کا مضمون ہے کہ جو آنسو اللہ کے لیے نکلتے ہیں شہیدوں کے خون کے برابر ان کا وزن کیا جاتا ہے۔ بتائیے دونوں آنسوؤں میں کتنا فرق ہوگیا! اسی کو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

کہ برابر می کند شاہِ مجید

اشک را در وزن باخونِ شہید

خدا کے خوف سے توبہ و استغفار میں یا اللہ تعالیٰ کی محبت میں بندے کے جو آنسو نکلتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتے ہیں۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی پارہ نمبر ۳۰ میں لکھتے ہیں کہ جب کوئی گناہ گار روتا ہے، تو اس کے آہ و نالوں کو سننے کے لیے ملائکہ آتے ہیں۔ گناہ گاروں کا رونا اور توبہ و استغفار میں کانپنا اور گڑگڑانا کہ اے خدا! معاف کر دیجیے، دوزخ کی آگ کی برداشت نہیں ہے، نالائق ہوگئی مگر آپ کریم ہیں، اپنے کرم کے صدقے میں ہمیں معاف کر دیجیے۔ ان کا یہ نالہ و فریاد اللہ تعالیٰ کو بہت پسند ہے۔

حدیثِ قدسی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: لَاَنِیْنُ الْمُذْنِبِیْنَ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ[۱۱] جو گناہوں کو یاد کرکے توبہ و استغفار کر رہے ہیں، اللہ کے عذاب کے خوف سے اور ندامت سے رو رہے ہیں، ان کا رونا اور ان کے آہ و نالے مجھے تسبیح پڑھنے والوں کے سبحان اللہ کہنے سے زیادہ عزیز ہیں۔ زَجَل کے معنیٰ اہلِ لغت نے لکھے ہیں کہ جو چیز بلند آواز سے پڑھی جائے، تو زَجَلِ الْمُسَبِّحِیْنَ کے معنیٰ ہوئے تسبیح پڑھنے والوں کا زور زور سے سبحان اللہ کہنا، یعنی جو زور زور سے تسبیح پڑھ رہے ہیں ان کی سبحان اللہ کی آوازوں سے گناہ گاروں کا اشکبار آنکھوں سے سجدہ گاہ کو تر کرنا اور توبہ و استغفار کرنا کہ اے اللہ! مجھ سے خطا ہوگئی، اللہ کو زیادہ پسند ہے۔ ان رونے والوں کو حق تعالیٰ کی رحمت اسی وقت پیار کر لیتی ہے۔

حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اگر بادشاہ کے

---

[۱۱] کشف الخفاء ومزیل الالباس:۲۹۸،(۸۰۵)،باب حرف الهمزة مع النون/ روح المعانی:۳۰/۱۹۶،القدر(۴)،دار احیاء التراث،بیروت

خزانے میں کوئی موتی نہیں ہوتا تو وہ اس کو کسی دوسرے ملک سے منگواتا ہے اور اس موتی کی بڑی قدر کرتا ہے۔ اللہ کے عالم ملکوت، عالم لاہوت اور عالم قدس میں فرشتوں کی تسبیح اور عبادتیں تو ہیں، لیکن گناہ گاروں کے آنسو نہیں ہیں، کیوں کہ فرشتوں سے خطا ہی نہیں ہوتی تو ندامت کے آنسو کہاں سے لائیں گے؟ لیکن جب اس عالمِ ناسوت میں گناہ گار بندے روتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کے آنسو درآمد کرتے ہیں اور اپنے خزانے میں ان آنسوؤں کو موتی بنا کر رکھ لیتے ہیں۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

ستاروں کو یہ حسرت ہے کہ وہ ہوتے مرے آنسو
تمنا کہکشاں کو ہے کہ میری آستیں ہوتی

میں نے کعبہ کے اندر ایک شعر کہا تھا ؎

جو گرے ادھر زمیں پر مرے اشک کے ستارے
تو چمک اٹھا فلک پر مری بندگی کا تارا

قرآنِ پاک کا محض لغت سے ترجمہ کرنا گمراہی ہے

تو میں عرض کر رہا تھا کہ قرآنِ پاک کو سمجھنے کے لیے صحابہ کے اقوال کا علم ضروری ہے جیسے کلامِ پاک کی آیت ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِیْدًا ۙ﴿۷۰﴾ یُّصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ [۱۲]

بتائیے! ڈکشنری کے حساب سے یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ کا کیا ترجمہ ہے؟ اَصْلَحَ یُصْلِحُ کے معنیٰ ہیں اصلاح کر دینا، یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال کی اصلاح کر دیں گے، لغت سے تو یہ ترجمہ ہوا۔ لیکن آپ تمام تفسیریں دیکھ لیجیے، صحابہ و تابعین کے اقوال کی روشنی میں اس کا ترجمہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں لکھا ہے کہ یہاں یُصْلِحْ کے معنیٰ اصلاح کے نہیں ہیں، بلکہ یَتَقَبَّلْ کے ہیں یُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ یعنی

---

[۱۲] الاحزاب: ۷۰-۷۱

يَتَقَبَّلْ حَسَنَاتِكُمْ [۱۳] تمہاری نیکیاں اللہ تعالیٰ قبول کر لیں گے۔ اب بتائیے! اگر کوئی اس آیت کو لغت سے حل کرے گا تو وہ کہاں جائے گا؟ قرآن کے حروف سے علمِ الٰہی میں جو مراد ہے وہاں سے ہٹ جائے گا، اگر مفسرین، صحابہ اور تابعین کے اقوال سامنے نہ ہوں گے۔

حضرت آدم علیہ السلام کے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا گیا؟

اسی طرح حضرت آدم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں عَصٰۤی اٰدَمُ آدم سے عصیان ہو گیا۔ تو یہاں عصیان کے کیا معنیٰ ہیں؟ اس عصیان کو ہم لوگ اپنی طرح کا عصیان نہ سمجھ لیں کہ ہم سے بھی عصیان ہوا اور نبی سے بھی عصیان ہوا، لہٰذا کوئی فرق نہیں۔ ارے دوستو! اگر ایسا سمجھا تو کفر ہو جائے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ تمہارے بابا آدم سے جو عصیان ہوا تھا وہ عصیان نہیں تھا نسیان تھا فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا [۱۴] وہ بھول گئے تھے۔ نکرہ تحت النفی واقع ہے جو فائدہ عموم کا دیتا ہے یعنی ان کے دل میں میری نافرمانی کے ارادے کا ایک اعشاریہ ایک ذرّہ تک نہ تھا، ان سے ذہول ہو گیا تھا اللہ تعالیٰ نے نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمایا۔ اب ایسا اہلِ قلم گستاخ ہو گا جو نسیان کو عصیان کہنے کی جرأت کرے۔ اسی لیے باادب اکابر مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام سے چوک ہو گئی۔ وہ عصیان کا ترجمہ نافرمانی سے نہیں کرتے، کیوں کہ خود اللہ تعالیٰ اس کی تفسیر نسیان سے فرما رہے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نسیان کو عصیان سے کیوں تعبیر کیا؟ جواب یہ ہے کہ ان کی شانِ قرب کی وجہ سے، کیوں کہ جو زیادہ مقرب ہوتا ہے اس کی ذرا سی چوک بھی بڑی غلطی قرار دی جاتی ہے۔ پس ان کی عظمتِ شان بیان کرنے کے لیے یہاں نسیان کو عصیان سے تعبیر فرمادیا، لیکن نالائقوں کی نادانیوں کو دور کرنے کے لیے آگے عظمتِ شانِ نبوت بیان فرمادی کہ وہ عصیان نہیں نسیان تھا۔

---

[۱۳] مرقاۃ المفاتیح: ۱۰/۳۱۰، باب اعلان النکاح، المکتبۃ الامدادیۃ / ملحقات الترجمۃ لبیان القرآن: ۲/۶۸، الاحزاب (۷۱)، ایچ ایم سعید

[۱۴] طٰہٰ: ۱۱۵

حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں ایک تفسیری غلط فہمی کا ازالہ

ایسے ہی حضرت یونس علیہ السلام کے بارے میں بعض نادان اور گستاخ اہلِ قلم نے لکھ دیا کہ وہ وحی کا انتظار کیے بغیر (نعوذ باللہ) بے صبر ہو کر اپنا مستقر چھوڑ گئے۔ جبکہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل السلوک حاشیہ بیان القرآن میں صحابہ و تابعین اور جملہ باادب مفسرین کے حوالے سے ذَهَبَ مُغَاضِبًا کی تین تفسیر کی ہے کہ وہ اپنی قوم سے خفا ہو کر چلے گئے لِاَجْلِ رَبِّهٖ اپنے رب کی خاطر حَمِيَّةً لِّدِيْنِهٖ اپنی دینی حمیت کی وجہ سے اور اِعْتِمَادًا عَلٰى مَحَبَّةِ رَبِّهٖ اپنے رب کی محبت پر اعتماد کرتے ہوئے وحی کا انتظار کیے بغیر چل دیے۔[۱۵] یہ ہیں باادب مفسرین۔ اور بے ادب اہل قلم کو مفسر اور عالم کہنا بھی جائز نہیں۔ اس لیے کہ صحابہ پر سب سے پہلے منافقین کے طبقے نے تنقید کی تھی اور یہ کہا تھا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ[۱۶] کیا ہم ایسے ہی ایمان لائیں جیسے یہ بے وقوف لوگ ایمان لائے؟ تو روئے زمین پر صحابہ کو سب سے پہلے جس نے بُرا کہا وہ منافقین کی جماعت تھی۔ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ان کو فرمایا کہ جو لوگ نبی کے صحابہ کو بے وقوف سمجھ رہے ہیں اور تنقید کا نشانہ بنا رہے ہیں اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ اصلی بے وقوف تو یہ لوگ ہیں۔ اور سفاہت کے معنیٰ ہیں خِفَّةُ الْعَقْلِ وَ الْجَهْلُ بِالْاُمُوْرِ[۱۷] یعنی عقل ہلکی ہو اور حقائقِ امور سے جاہل ہو۔ اصل میں یہ حقائقِ امور سے جاہل ہیں اور ہلکی عقل والے ہیں، یہ عقل کی گہرائیوں سے محروم ہیں وَلٰكِنْ لَّا يَعْلَمُوْنَ اور ان کو اپنی بے وقوفی کا علم بھی نہیں۔ ان کے علم پر اللہ نے لَا لگایا ہے۔ افسوس ہے اُن پر جو اِن کے ساتھ لگے ہوئے لَا کو ہٹا کر علم کی نسبت اِن کی طرف کررہے ہیں، جن کے علم پر اللہ نے لَا لگایا ہے کہ یہ جاہل اور لا علم لوگ ہیں ان کو عالم کہنا ظلم ہے۔ خالی کتابیں پڑھنے سے کیا ہوتا ہے۔

[۱۵] مسائل السلوک حاشیۃ لبیان القرآن:۱/۵۵، الانبیآء(۸۷)، ایچ ایم سعید

[۱۶] البقرۃ:۱۳

[۱۷] روح المعانی:۱/۱۵۶، البقرۃ(۱۳)، داراحیاء التراث، بیروت

اہل علم کا علم کب مؤثر ہو گا؟

جدہ کا واقعہ ہے، میرے شیخ شاہ ابرار الحق صاحب بھی موجود تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک پیٹرول پمپ پر تیل کا ایک ٹینکر جس پر سینکڑوں گیلن پیٹرول لدا ہوا تھا، پیٹرول پمپ سے چند گیلن پیٹرول مانگ رہا تھا۔ میرے شیخ نے مجھ سے فرمایا کہ حکیم اختر دیکھو! اس کی پیٹھ پر سینکڑوں گیلن پیٹرول لدا ہوا ہے لیکن پیٹرول پمپ سے چند گیلن پیٹرول مانگ رہا ہے، کیوں کہ اس کے انجن میں پیٹرول نہیں ہے، جب انجن میں پیٹرول نہیں ہے تو اوپر لدا ہوا سینکڑوں گیلن پیٹرول نہ اس کے کام آسکتا ہے نہ دوسروں کے کام آسکتا ہے، کیوں کہ گاڑی چل ہی نہیں سکتی، لہٰذا جن علماء نے اپنے علم کو پیٹھ پر لادا اور اللہ والوں کی جوتیاں اٹھا کر قلب کے اندر خشیت اور اللہ کی محبت کا پیٹرول نہیں ڈالا ان کا علم نہ ان کے لیے مفید بن سکا نہ دوسروں کے لیے مفید بن سکا۔ اس لیے دوستو! جہاں آپ نے دس سال درسِ نظامی کا اہتمام کیا، چھ ماہ یا چالیس دن کسی اللہ والے کے پاس لگالو۔ حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے شاگرد عبد اللہ شجاع آبادی سے فرمایا کہ تم نے بخاری شریف پڑھ لی اور آج دستار بندی بھی ہو گئی۔ اب جاؤ! اور چند دن کسی اللہ والے کی جوتیاں اٹھالو۔ پھر قسم کھا کر فرمایا کہ خدا کی قسم! اللہ والوں کی جوتیوں کی خاک کے ذرّات بادشاہوں کے تاجوں کے موتیوں سے افضل ہیں کیوں کہ ان کے سینے میں درد بھرا دل ہے، ان سے تمہیں اللہ کا درد ملے گا، پھر تمہارا منبر منبر بنے گا، تمہارا قَالَ اللّٰهُ ہو گا اور قَالَ الرَّسُوْلُ قَالَ الرَّسُوْلُ ہو گا، تمہارے الفاظ میں رس آجائے گا۔ نہیں تو پھر گولا ہو گا رس نہیں ہو گا۔ اگر اہل اللہ سے محبت کا رس نہیں لیا اور خالی علم کا گولا لے کر منبر پر بیٹھ گئے تو امت تمہاری باتوں میں رس نہیں پائے گی اور کہے گی کہ ملّاؤں کے پاس جی گھبراتا ہے، ان کے پاس مزہ نہیں آتا، لیکن کسی درد بھرے دل والے اللہ والے مولوی کی صحبت میں بیٹھ کر دیکھو کہ کیا مزہ ملتا ہے۔ اس پر میرا ایک شعر ہے اور شعر سے اپنا تعلق اس لیے ظاہر کر دیتا ہوں کہ جن کو مجھ سے محبت ہے ان کو میرے شعر میں زیادہ مزہ آئے گا۔

دل چاہتا ہے ایسی جگہ میں رہوں جہاں
جیتا ہو کوئی درد بھرا دل لیے ہوئے

دوستو! روئے زمین پر جہاں کوئی اللہ کی محبت کا درد لے کر رات دن گزار رہا ہو واللہ! اس کی صحبت میں چند دن بیٹھ جاؤ، پھر بادشاہوں کے تخت و تاج نگاہوں سے گر جائیں گے، چاند و سورج نگاہوں سے گر جائیں گے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ؎

گر تو مہر و ماہ را گوئی خِفا
گر تو قدِ سرو را گوئی دوتا

اے خدا! آپ کی وہ شان ہے کہ اگر آپ سورج اور چاند کو کہہ دیں کہ تم بے نور ہو، تمہارے اندر کوئی روشنی نہیں ہے، اے خدا! اگر آپ سرو کے درخت کو جو بہت سیدھا ہوتا ہے، کہہ دیں کہ تمہارے قد و قامت میں کجی ہے، ٹیڑھا پن ہے، اور؎

گر تو کان و بحر را گوئی فقیر
گر تو چرخ و عرش را گوئی حقیر

اے خدا! اگر آپ سونے کی کان کو اور سمندر کو، جہاں کروڑوں اربوں روپے کے موتی پیدا ہوتے ہیں، فرما دیں کہ تم فقیر ہو، اور اے خدا! اگر آپ آسمان اور عرشِ اعظم جیسی عظیم الشان مخلوق کو کہہ دیں کہ تم حقیر ہو، تو مولانا رومی فرماتے ہیں؎

ایں بہ نسبت با کمالِ تو روا است
ملک و اقبال و غناہا مر تو راست

اے خدا! آپ کے کمال اور آپ کی شان کے مقابلے میں یہ سب واقعی ایسے ہیں، آپ کو زیبا ہے کہ اپنی مخلوق کو جو چاہے فرما دیں۔ ملک و اقبال و عزت آپ ہی کے لیے ہے اور کسی کے لیے نہیں ہے، مخلوق بہرحال مخلوق ہے، اسی لیے زمین و آسمان کے مقابلے میں اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ رکھ دیا جائے تو سارے زمین و آسمان سے زیادہ اس کا وزن بڑھ جاتا ہے۔ مُلّا علی قاری لکھتے ہیں کہ آسمان و زمین سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کا وزن اس لیے بڑھ جاتا ہے کہ اُدھر لَآ اِلٰہَ ہے اور اِدھر اِلَّا اللہُ ہے، ایک طرف اللہ ہے اور ایک طرف غیر اللہ ہے۔ اسی لیے عرض کرتا ہوں کہ جس کے قلب میں اللہ تعالیٰ آجاتے ہیں، جس کے قلب کو تعلق مع اللہ کی دولت مل جاتی ہے تو اس کو سورج اور چاند پھیکے نظر آتے ہیں، اس کے دل کو سورج اور چاند سے روشنی نہیں ملتی، اس کو اللہ کے ذکر سے روشنی نظر آتی ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے؎

www.khanqah.org

دن میں اُسی کی روشنی ہے شب میں اُسی کی چاندنی ہے
سچ تو یہ ہے کہ روئے یار شمس بھی ہے قمر بھی ہے

اللہ تعالیٰ کے نامِ پاک کی حلاوت، اللہ تعالیٰ کا تعلق، نسبت مع اللہ اور اولیاء کو جو مقامِ قرب اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، وہ اگر ہماری جانوں کو عطا ہو جائے تو سورج، چاند، ستارے اور ساری کائنات ہماری نگاہوں سے گر جائے۔ اللہ والے گو دنیا میں نظر آتے ہیں مگر ان کی جانیں عرشِ اعظم کا طواف کرتی ہیں۔ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں سجدہ کرتا ہوں تو اتنا مزہ آتا ہے کہ جیسے اللہ نے میرا پیار لے لیا ہو۔ اسی کو ایک شاعر کہتا ہے ؎

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں اُن کی اِدھر نظر بھی ہے
بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

حقیقی محبت صرف اللہ کے لیے خاص ہے

محبت کو فراق سے لغتاً بھی مناسبت نہیں ہے، لہٰذا جب لفظ محبت ادا کرتے ہیں تو دونوں ہونٹ مل جاتے ہیں۔ محبت کا لفظ کوئی ادا کر ہی نہیں سکتا اگر دونوں ہونٹ نہ ملائے، اگر دونوں ہونٹوں میں فراق ہے تو محبت کا لفظ بھی ادا نہیں ہو سکتا، تو عاشق محبوب کی جدائی کیسے برداشت کر سکتا ہے؟ لیکن دنیا میں جتنے بھی محبوب ہیں ان سب میں جدائی کی شان ہے، وہ ہر وقت ساتھ نہیں رہ سکتے، لہٰذا محبتِ حقیقی کا لغتاً صدق بھی محبتِ مجازی پر نہیں ہو سکتا۔ مثلاً اگر کسی کو بیوی سے محبت ہے تو وہ بیت الخلاء جائے گی یا نہیں؟ یا وہاں بھی اس کے ساتھ جاؤ گے؟ تو اتنی دیر کی جدائی تو ہوئی۔ کوئی کسی کا کتنا ہی محبوب ہو، مر سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ ہر وقت ساتھ ہے، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ان کا ذکر کر سکتے ہیں، ان کو یاد کر سکتے ہیں، رات کو بے وضو سونے کے لیے لیٹے تو بھی ان کو یاد کر سکتے ہیں، کروٹ بدلیں تو ان کا نام لیں۔

یَذۡکُرُوۡنَ اللہَ قِیَامًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِہِمۡ[۱۸]

---

۱۸ اٰل عمرٰن:۱۹۱

ہر وقت ان کو یاد کرنے کی اجازت ہے، ہر وقت اللہ کا نام لینے کی اجازت ہے، البتہ بیت الخلاء میں منع ہے، کیوں کہ گندی جگہ ہے، لیکن دل میں وہاں بھی دھیان رکھ سکتے ہیں۔ تو ایک اللہ ہی کی ذات ہے جو کسی وقت بھی ہم سے جدا نہیں ہوتی، لہٰذا محبت صرف اللہ ہی کے لیے خاص ہے۔ اس کے بر عکس جنھوں نے اللہ کو چھوڑ کر فانی صورتوں سے دل لگایا، بتایئے! ان کا ٹھکانہ کہاں ہوگا؟ میں بیوی کی محبت کو منع نہیں کرتا، بیوی سے محبت حلال ہے، باعثِ ثواب ہے، مگر بیوی کی ذات سے بھی اتنی محبت ہونی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اس پر غالب رہے۔ اگر حلال محبت بھی اللہ کی محبت پر غالب ہوگئی تو وہ حلال بھی حرام ہو جاتی ہے، اسی لیے حکیم الامت نے تَبَتُّلْ کی یہ تفسیر کی ہے کہ غیر اللہ پر اللہ کا تعلق غالب ہو جائے، یہ مطلب نہیں ہے کہ بال بچوں اور تجارت کو چھوڑ دو۔ تو جب حلال کا غلبہ حرام ہے تو حرام محبت کیسے جائز ہو جائے گی؟ دوستو! یہ سب نفس وشیطان کی چال ہے، اگر ہم نظر نہیں بچائیں گے تو ان کا شکار ہو جائیں گے۔

بد نظری سنکھیا سے بڑا زہر ہے

ایک دن بڑھئی خانقاہ میں اوپر کی منزل پر کام کر رہا تھا، تو لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ذرّے اُڑ کر نیچے آنے لگے، لوگوں نے جلدی جلدی کھڑکیاں بند کر دیں۔ میں نے کہا کہ آپ نے اپنی آنکھیں بچانے کے لیے کھڑکیاں بند کر دیں تاکہ ذرّے آنکھوں میں نہ گھس جائیں، لیکن جب اللہ تعالیٰ حسینوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ نامحرم عورتوں سے، اَمرد لڑکوں سے نگاہ بچاؤ تو یہاں کیوں اِشکال ہوتا ہے؟ یہاں اللہ کی حرام کردہ چیز سے بچنے کے لیے آنکھ کی کھڑکی کیوں نہیں بند کرتے ہو؟ بد نظری سنکھیا زہر سے بڑھ کر ہے۔ سنکھیا تو جان لیتا ہے اور یہ ہمارا ایمان لے لیتا ہے۔ میں آپ کو اپنے چشم دید حالات عرض کر رہا ہوں کہ ایسے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ صورتوں کے عشق میں پاگل ہو رہے تھے، رات دن ان کی یاد میں اشعار کہہ رہے تھے اور ان کا نام لے لے کر زار و قطار رو رہے تھے اور پھر میں نے ان ہی لوگوں کو دیکھا کہ دس سال بعد جب ان کے معشوقوں کی شکل بگڑ گئی، تو اپنی لکھی ہوئی غزل پڑھتے ہوئے شرماتے تھے کہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ یہ صورت کیسی ہوگئی؟ ایک صاحب نے اپنا حال بتایا کہ جب میرے معشوق کے چہرے کا جغرافیہ بدل گیا تو میرا عشق بھی ٹھنڈا پڑ گیا، اب غزل خوانی کی جگہ مرثیہ خوانی کرتا ہوں، اس کے حسن کے قبرستان پر مرثیہ پڑھتا ہوں، اس پر میں نے فوراً ایک شعر کہا۔

www.khanqah.org

اُدھر جغرافیہ بدلا اِدھر تاریخ بھی بدلی
نہ اُن کی ہسٹری باقی نہ میری مسٹری باقی

اللہ والے سارے عالم سے بے نیاز ہوتے ہیں

جب معلوم ہوگیا کہ صورتوں کے جغرافیے بدل گئے ہیں تو اب اپنی محبت کی تاریخ بتاؤ! ایسے کتنے ہی واقعات ہیں کہ بیس تیس سال بعد جب معشوقوں کی شکلیں بگڑ گئیں تو عاشق اور معشوق ایک دوسرے کا منہ تک دیکھنا نہیں چاہتے، سارے افسانے ختم ہوگئے۔ بس ایک اللہ ہی کی ذات ہے کہ جو اس پر فدا ہوا دنیا میں باعزت رہا اور اگر کوئی یہ کہے کہ صاحب! اللہ کے نام میں یہ دنیاوی مزہ کہاں سے ملے گا؟ نفس دنیاوی مزہ بھی تو چاہتا ہے، تو میں یہی کہتا ہوں کہ جو دنیا کے مزوں کا خالق ہے جب وہ دل میں آتے ہیں تو اپنی شانِ تخلیق کو الگ کرکے نہیں آتے۔ اللہ کی صفات اللہ کی ذات سے الگ نہیں ہوتیں، لہٰذا جب وہ دل میں آتے ہیں تو حوروں کی لذت بھی لے کر آتے ہیں، حسینوں کا لطف بھی لے کر آتے ہیں، دونوں جہاں کی لذتوں کے ساتھ آتے ہیں۔ جو اللہ کا نام محبت سے لینا سیکھ لے وہ سب سے بے نیاز ہو جاتا ہے، وہ غُلَامُ الصَّمَدْ ہوتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر روح المعانی میں نقل کیا ہے کہ صَمَدْ کے معنٰی ہیں اَلْمُسْتَغْنِیُ عَنْ کُلِّ اَحَدٍ وَالْمُحْتَاجُ اِلَیْہِ کُلُّ اَحَدٍ[۱۹] جو سارے جہاں سے مستغنی ہو اور سارا جہاں اس کا محتاج ہو تو جو غلامِ صمد بن جاتا ہے وہ پھر ان حسینوں کا غلام نہیں رہتا۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہوکر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تختِ سلیماں تھا

اور فرماتے ہیں۔

دِکھاتے ہم تمہیں اپنے تڑپنے کا مزہ لیکن
جو عالم بے فلک ہوتا جو دنیا بے زمیں ہوتی

---

۱۹ روح المعانی:۳۰/۲۷۴،الاخلاص(۲)،داراحیاءالتراث،بیروت

وہاں رہتے جہاں دودِ فغاں کا آسماں ہوتا
وہاں بستے جہاں خاکستر دل کی زمیں ہوتی
میں رہتا ہوں دن رات جنت میں گویا
میرے باغِ دل میں وہ گل کاریاں ہیں

ہر صاحبِ نسبت کا عالم الگ ہوتا ہے

جس کے دل میں اللہ آتا ہے تو دنیا تو دنیا، سلطنت تو سلطنت، حوروں کی لذت اس کے دل میں آنے لگتی ہے کیوں کہ جس نے حوروں کو حسن بخشا ہے جب وہ دل میں آتا ہے تو اس صفت کو بھی ساتھ لاتا ہے، وہ اپنی صفت سے الگ نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ والے روکشِ بزمِ دو جہاں ہوتے ہیں، سارے جہاں کو خاطر میں نہیں لاتے، آسمان و زمین کو خاطر میں نہیں لاتے، سورج اور چاند کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ہر صاحبِ نسبت کا سورج الگ ہوتا ہے، چاند الگ ہوتا ہے، اس کے زمین و آسمان الگ ہوتے ہیں، اس کا عالم الگ ہوتا ہے۔ میں نے حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب سے عرض کیا کہ خدا کے عاشقین کا عالَم الگ ہوتا ہے اور پھر اپنا ایک مصرع پیش کیا۔

اپنا عالم الگ بناتا ہے

حضرت نے فرمایا کہ اس پر میرا بھی ایک مصرع لگالو۔

عشق میں جان جو گنواتا ہے
اپنا عالم الگ بناتا ہے

لہٰذا اللہ پر فدا ہو جاؤ، نظر بچانے میں جان کی بازی لگادو، اگر شیطان کہے کہ اگر اس حسین کو نہیں دیکھو گے تو جان نکل جائے گی تو شیطان سے کہہ دو کہ ہم جان دینے ہی کے لیے پیدا ہوئے ہیں اور جان دے کر بھی یہ کہیں گے۔

جان دی دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

اگر جان جاتی ہے تو جانے دو، ایسی مبارک جان کہاں ملے گی جو اللہ کے راستے میں نکلے۔

مخلوق کو ایذا پہنچانے والا صاحبِ نسبت نہیں ہو سکتا

تو میں عرض کر رہا تھا کہ وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً[۲۰] کے معنٰی ہیں جو مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کرے، حالاں کہ فَاحِشَۃً قرآنِ پاک میں دوسری جگہ زِنا کے معنٰی میں آیا ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰۤی اِنَّہٗ کَانَ فَاحِشَۃً[۲۱] لیکن تمام مفسرین نے اور حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان القرآن میں وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً کی تفسیر میں لکھا ہے کہ یہاں فَاحِشَۃً کے معنٰی ہیں کہ جن سے اللہ کے بندوں پر ظلم ہو جاتا ہے۔[۲۲] مثلاً معمولی سی خطا پر بِلاوجہ بیوی کو پیٹ ڈالا اور وہ بے چاری تکلیف کے مارے ہر کروٹ پر رو رہی ہے۔ تو خوب سمجھ لو! جو شخص اپنی بیوی پر ظلم کرتا ہے وہ صاحبِ معرفت نہیں ہو سکتا۔ ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت کی اہلیہ محترمہ رشتہ داروں سے ملنے گئیں، جاتے ہوئے حضرت سے کہہ گئیں کہ مرغی کا ڈربہ کھول دیجیے گا تاکہ مرغیاں دانہ پانی کھالیں۔ بتایئے! ڈیڑھ ہزار تصانیف کے مصنف کو ڈربہ یاد رہے گا؟ حضرت بھول گئے اور تفسیر بیان القرآن لکھنے بیٹھے، مگر دل میں مضامین کی آمد بند ہوگئی، سوچنے لگے کہ یا اللہ! آج کیا بات ہے کہ مضمون کی آمد نہیں ہو رہی، دل بے کیف ہے، یہ کیا ہو گیا۔

دیکھیے! اگر اللہ تعالیٰ کی ذرا سی بھی ناراضگی ہو جائے، اللہ سے غفلت ہو جائے، یا مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہو جائے اور مخلوق کے حقوق کو خدا نے اپنے حقوق میں شامل کیا ہے، مخلوق کے حقوق میں غفلت کو اللہ نے اپنے حقوق میں غفلت شمار کیا ہے۔ جو بیٹے کو ستاتا ہے باپ اس کو اپنے اوپر ظلم سمجھتا ہے، لہٰذا ایک قیامت تو اجتماعی آئے گی جب اللہ اللہ کہنے والے نہیں ہوں گے تو زمین و آسمان سب گر پڑیں گے، اور ایک قیامت انفرادی آتی ہے، جو اللہ کو بھول جاتا ہے اس کے دل کی دنیا اجڑ جاتی ہے، اس کے دل کے زمین و آسمان چاند ستارے سب گر پڑتے ہیں، اس کا شامیانہ اجڑ جاتا ہے، یہ انفرادی قیامت ہے، خدا سے غفلت انفرادی قیامت ہے۔ تو حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ! جلدی

۲۰؎ اٰل عمرٰن:۱۳۵

۲۱؎ بنی اسرآءیل:۳۲

۲۲؎ ملحقات الترجمۃ لبیان القرآن منقول عن بیضاوی:۱/۵۸، اٰل عمرٰن(۱۳۵)، ایچ ایم سعید

بتا دیجیے کہ اشرف علی سے کیا خطا ہوگئی ہے؟ میرے دل پر منکشف کر دیجیے، تاکہ میں توبہ کرلوں اور بخاری شریف کی یہ دعا مانگی: اَللّٰھُمَّ اَلْهِمْنِیْ رُشْدِیْ وَ اَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ[۲۳] یا اللہ! مجھ پر ہدایت کا اِلہام کر دیجیے، جس بات سے آپ راضی ہوں اس کا الہام کر دیجیے، میری سمجھ میں نہیں آرہا ہے۔ یہ دعا کرتے ہی فوراً دل میں آواز آئی، حضرت کو اِلہام ہوا کہ جاؤ! مرغیوں کو کھول دو۔ حضرت جلدی سے گئے، مرغیوں کو کھولا، اُنہیں دانہ پانی ڈالا۔ واپس آئے اور بیان القرآن لکھنے کے لیے قلم اُٹھایا تو مضامین کی آمد شروع ہوگئی۔

تم سا کوئی ہمدم کوئی دم ساز نہیں ہے
باتیں تو ہیں ہر دم مگر آواز نہیں ہے
ہم تم ہی بس آگاہ ہیں اس ربطِ خفی سے
معلوم کسی اور کو یہ راز نہیں ہے

تو جب مرغی جیسی ادنیٰ مخلوق کی وجہ سے مجدد کا فیض بند ہو سکتا ہے تو ذرا ذرا سی بات پر بیویوں کو ستانے والے کا کیا حال ہوگا؟ وہ بے چاری اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر تمہارے پاس آئی اب ذرا ذرا سی بات پر منہ چڑھائے بیٹھے ہیں مثلاً غلطی سے نمک تیز ہوگیا، بستر ٹھیک سے نہیں بچھایا، کپڑے دھونا بھول گئی یا تولیہ صاف نہیں کیا اب جلال چڑھا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ کیا بتاؤں! یہ ذکر اللہ کا اثر ہے۔ ارے یہ ذکر اللہ کا اثر ہے؟ اگر تم پر ارحم الراحمین کے ذکر کا اثر ہوتا تو رحمۃ للعالمین کے امتی ہو کر تم اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ ہو جاتے، تم پر شانِ رحمت غالب ہو جاتی۔ کیوں اتنا ذکر کیا؟ شیخ کو لکھو کہ میرا مزاج بگڑ رہا ہے، اعتدال سے خالی ہو رہا ہے، بات بات پر غصہ آرہا ہے تو شیخ ذکر میں کمی کرادے گا۔ صوفی کے لیے مناسب نہیں ہے کہ ہر شخص پر ڈنڈا اٹھائے اور کہے کہ جلا کے خاک نہ کردوں تو داغ نام نہیں، فقیری تو صبر و تحمل کا نام ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ جارہے تھے، ایک فاحشہ عورت نے ان پر راکھ پھینک دی، مریدوں نے مارنے کے لیے ڈنڈا اٹھایا تو حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا کہ خبردار! اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو صبر کا پیالہ پینا پڑے گا بلکہ خدا کا شکر ادا کرو۔ مریدوں نے پوچھا کہ کس بات کا شکر ادا کریں؟ فرمایا کہ جو سر آگ برسنے کے قابل تھا اس پر خدا نے راکھ برسادی۔ یہ ہیں اللہ والے جو اپنے کو سب سے حقیر سمجھتے ہیں۔

---

[۲۳] جامع الترمذی: ۲/۱۸۶، باب ما جاء فی جامع الدعوات عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ایچ ایم سعید

مذکورہ آیت میں ذکر اللہ کی تفسیر

تو میں عرض کر رہا تھا کہ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً سے مراد ہے کہ جس سے مخلوق کے حقوق میں غفلت ہو جائے۔ اور جس نے اللہ کے حقوق میں کوتاہی کی تو ظَلَمُوۡۤا اَنۡفُسَھُمۡ اس نے اپنے اوپر ظلم کیا۔ آگے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ذَکَرُوا اللہَ وہ لوگ اللہ کا ذکر کرتے ہیں یعنی اللہ کو یاد کرتے ہیں، تو یہاں ذکر سے کیا مراد ہے؟ جس سے مخلوق کے حقوق میں کوتاہی ہوئی، مثلاً کسی کی گھڑی چرالی، کسی کو گھونسا مار دیا، کسی کو گالی دے دی، تو اب صرف ذکر و تسبیح سے یہ گناہ معاف نہ ہوگا۔ حکیم الامت رحمۃ اللہ علیہ تفسیر بیان القرآن میں اور علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ جس نے مخلوق کے حقوق میں کوتاہی کی، مثلاً کسی کی گھڑی چرائی ہے تو اس کی گھڑی واپس کرے، جس کو ہاتھ یا زبان سے ایذا پہنچائی اس سے معافی مانگے، بیوی کو کچھ کہہ دیا تو اس سے معذرت کرے کہ معاف کر دو مجھ سے خطا ہو گئی، اس کو خوش کرو، رس ملائی یا گلاب جامن اس کے منہ میں ڈالو، معافی مانگنے میں شرماؤ مت، اسے سینے سے لگا کر کہو مجھے معاف کر دو، میں نے تمہارا دل دُکھایا ہے، اللہ مجھ سے ناراض ہو گیا۔ اور اگر اللہ کے حقوق میں کوتاہی ہوئی، مثلاً بدنظری کی تو بدنظری کی معافی کا طریقہ یہ نہیں ہے کہ اس سے جا کر معافی مانگو کہ کل میں تمہیں بُری نظر سے دیکھ رہا تھا مجھے معاف کر دو۔ یہ حقوق اللہ ہیں، اس کی صرف اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو اور توبہ و استغفار کرو۔

ذکر اللہ کی پانچ تفسیریں

اس لیے یہاں ذَکَرُوا اللہَ کی پانچ تفسیریں ہیں: پہلی تفسیر ہے ذَکَرُوۡا عَظۡمَتَہٗ وَوَعِیۡدَہٗ جب اللہ کے خاص بندوں سے کوئی خطا ہو جاتی ہے تو اللہ کی عظمت اور اس کی وعید کو یاد کرتے ہیں۔ دوسری تفسیر ہے ذَکَرُوۡا عَرۡضَ عَلَیۡہِ اللہ کے حضور اپنی پیشی کو یاد کرتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ پوچھے گا کہ تم جس کوٹھڑی میں چھپ کر گناہ کر رہے تھے وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَ مَا کُنۡتُمۡ[۲۴] وہاں میں بھی تھا۔

---

[۲۴] الحدید:۴

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ[۲۵]

جب شہر میں بس اسٹاپوں پر سے گزرتے ہوئے تم لڑکیوں کے اسکولوں کے سامنے کھڑے ہو کر جو بد نگاہی کرتے تھے، تو تمہارا تقلب فی البلاد، شہروں میں چلنا پھرنا بھی خدا دیکھ رہا تھا اور مَثْوٰىكُمْ جب تم اپنی قیام گاہوں میں چھپ کر گناہ کررہے تھے تو بھی خدا تمہیں دیکھ رہا تھا۔ تیسری تفسیر ہے ذَكَرُوْا سُؤَالَهٗ بِذَنْبِهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ان پر اللہ تعالیٰ کے سوالات کا خوف طاری ہو جاتا ہے کہ قیامت کے دن اللہ پوچھیں گے کہ دنیا میں کیا کیا اعمال کیے؟ چوتھی تفسیر ہے ذَكَرُوْا جَلَالَهٗ فَهَابُوْا اللہ تعالیٰ کے جلال و عظمت کو یاد کرتے ہیں اور خوف زدہ ہو جاتے ہیں۔ اور پانچویں تفسیر ہے ذَكَرُوْا جَمَالَهٗ فَاسْتَحْيَوْا[۲۶] اللہ تعالیٰ کے جمال کو یاد کرتے ہیں اور شرمندہ ہو جاتے ہیں کہ جو حوروں کا خالق ہے وہ خود کیسا ہو گا؟ ؎

چہ باشد آں نگارے کہ بندد ایں نگارہا

جو حسینوں کو حسن کی بھیک دیتا ہے وہ خود کتنا حسین ہو گا؟ اس کے حسن کا کیا عالم ہو گا کہ جس کو دیکھنے کے بعد حوریں بھی یاد نہ رہیں گی، بلکہ حوریں ہم پر فدا ہونے لگیں گی۔ جنت میں اللہ کا دیدار کرکے اور اللہ کے جلوؤں کو اپنے چہروں میں جذب کرکے جب ہم حوروں کے پاس جائیں گے تو وہ ہم پر فدا ہوں گی کہ آج تم کہاں سے اتنا حسن لے کر آئے ہو؟ جواب یہی ہو گا کہ جس نے تم کو حسن کی بھیک دی ہے ہم اسی بھیک دینے والے کے پاس سے آرہے ہیں۔

ذاکر اور غافل گناہ گار میں کیا فرق ہے؟

یہاں ذَكَرُوا اللّٰهَ کے بعد فَاسْتَغْفَرُوْا کا ایک لطیف نکتہ یہ ہے کہ ذکر کی برکت سے حضوری نصیب ہوتی ہے اور حضوری کے بعد فوراً توبہ کی توفیق ہوتی ہے، اسی لیے حکیم الامت فرماتے ہیں کہ جو لوگ اللہ والوں سے تعلق رکھتے ہیں اور اللہ کا ذکر کرتے ہیں اگر ان سے کبھی غلطی ہو جائے تو ان کو جلد توبہ کی توفیق نصیب ہو جاتی ہے، کیوں کہ جو روشنی میں رہنے

۲۵۔ محمد:۱۹

۲۶۔ روح المعانی:۶۰/۴،اٰل عمرٰن(۱۳۵)،دار احیاء التراث،بیروت

کے عادی ہوتے ہیں، جب ان کا بلب فیوز ہوتا ہے تو فوراً پاور ہاؤس کو فون کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ والے گناہوں کی ظلمت کے عادی نہیں ہوتے، لہٰذا ان سے اگر کبھی خطا ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرکے توبہ و استغفار کرکے اپنا نور بحال کرالیتے ہیں۔ کسی نے حکیم الامت سے عرض کیا کہ حضرت غافل شخص سے بھی گناہ ہوتا ہے اور اللہ کرنے والوں سے بھی کبھی غلطی ہو جاتی ہے، تو پھر ذاکر اور غافل میں کیا فرق ہوا؟ حضرت نے فرمایا کہ غافل جو ذکر اللہ نہیں کرتا اس کے دل میں پہلے ہی سے اندھیرا ہوتا ہے، یہ جب بدنگاہی کرے گا تو اندھیروں پر اندھیرا چڑھ جائے گا، اس کو توبہ و استغفار کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے رابطہ کرکے گویا پاور ہاؤس فون کرنے کی توفیق نصیب نہیں ہوگی، اور جو ذکر کے چراغ جلائے ہوئے ہیں، وہ روزانہ توبہ و استغفار کرکے اپنا نور بحال کرالیتے ہیں۔ جو اللہ کا نام لیتا ہے، اس سے جب بدنگاہی ہوگی اور اس کے دل کے نور کا بلب فیوز ہوگا، دل میں اندھیرا آئے گا تو وہ اللہ کے پاور ہاؤس میں توبہ و استغفار کے آنسوؤں سے وائرلیس کرے گا کہ اے خدا! دل میں اندھیرا آگیا ہے، جلدی سے دوبارہ روشنی بھیج دیجیے، ہمارے گناہوں کے اندھیرے اپنی رحمت سے دور کردیجیے۔ ذاکر کو گناہ سے پریشانی ہو جاتی ہے اور غافل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ ذاکر اور غافل گناہ گار میں یہی فرق ہوتا ہے۔ اسی طرح گناہ کی لذت میں بھی فرق ہو جاتا ہے۔ جو غفلت سے گناہ کرتا ہے وہ گناہ کا پورا مزہ لیتا ہے یعنی انتہائی غفلت سے گناہ کرتا ہے، اسی لیے اس کو گناہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے، اور جب ذاکر سے گناہ ہوتا ہے تو دھڑکتے ہوئے دل سے ہوتا ہے، کیوں کہ اس کو اللہ کا استحضار ہوتا ہے، ذکر کے نور کی برکت سے اس کا قلب اندھیرے کا عادی نہیں ہوتا، گناہ کرتے وقت اس کا دل گھبرایا گھبرایا سا رہتا ہے، لہٰذا گناہ کی لذت بھی ناقص ہو جاتی ہے اور ناقص مزے کو چھوڑنا آسان ہوتا ہے، توبہ کی توفیق جلد نصیب ہو جاتی ہے، جلد قابلِ واپسی ہوتا ہے، اور اگر غافل بہت دن تک غفلت سے گناہ کرتا رہے تو ناقابلِ واپسی بھی ہو سکتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ذَكَرُوا اللّٰهَ کے بعد فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ فرمایا کہ میرے ذکر کے بعد اگر تم کو استغفار کی توفیق ہو جائے تو سمجھو کہ تمہارا ذکر قبول ہے۔ اگر تم ذکر خوب کرتے ہو، لیکن گناہ نہیں چھوڑتے تو تمہارا ذکر کامل نہیں ہے۔ ذکر کامل اور مقبول کب ہوگا؟ ذَكَرُوا اللّٰهَ کا مقام تمہیں کب نصیب ہوگا؟ جب تم فَاسْتَغْفَرُوْا

لِذُنُوْبِهِمْ کے مصداق ہوگے یعنی اپنے گناہوں سے استغفار کروگے، اور استغفار جب کامل ہوگا جب ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ کے مصداق ہو کر آیندہ کے لیے عزم کروگے کہ اب کبھی گناہ نہیں کریں گے، چاہے یہ عزم ہزاروں دفعہ ٹوٹ جائے۔ آپ ٹوٹنے کے ذمہ دار نہیں ہیں، توڑنے کے ذمہ دار ہیں، توبہ قصداً نہ توڑیں، ڈٹ کر مقابلہ کریں۔ حکیم الامت فرماتے ہیں کہ گناہ کے تقاضے کے وقت پوری ہمت کرو کہ جان دے دیں گے مگر گناہ نہیں کریں گے، خود ہمت کرو، خدا سے ہمت کی دعا مانگو اور خاصانِ خدا سے ہمت کی دعا کی درخواست کرتے رہو، ان شاء اللہ سلوک طے ہو جائے گا۔

اللہ کے سوا گناہوں کو کوئی معاف نہیں کر سکتا

آگے فرماتے ہیں: وَ مَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ اللہ کے سوا کوئی تم کو معاف نہیں کر سکتا۔ اگر سارا عالم امریکا، روس، جاپان کیا بلکہ بالفرض ساری دنیا کے اولیاء اللہ اور قطب مل کر کہہ دیں کہ تمہاری بد نگاہی ہم نے معاف کر دی، تو ان کے کہنے سے یہ گناہ ہر گز معاف نہیں ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ معاف نہ فرما دیں۔ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالنے والے بھائیوں سے کہا کہ میں نے تمہیں معاف کر دیا اور تمہارے لیے استغفار کر دیا، تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اے بابا! آپ نبی تو ہیں مگر خدا نہیں ہیں، بھائی یوسف نے ہمیں معاف کر دیا، بابا نے بھی معاف کر دیا، لیکن بابا کے اوپر جو بڑے مالک ربّ العالمین ہیں، اگر انہوں نے ہمیں معاف نہیں کیا تو پھر معلوم نہیں ہمارا کیا ہوگا، لہٰذا خدا سے بھی معاف کرا دیجیے۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام بیسیوں برس تک روتے رہے کہ اے اللہ! میرے بیٹوں کی مغفرت کے لیے وحی نازل فرما دیجیے۔ ایک دن جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ بذریعۂ وحی آپ کے بیٹوں کی توبہ قبول ہونے کی بشارت آگئی۔ پھر فَقَامَ الشَّيْخُ انہوں نے سب سے آگے حضرت یعقوب علیہ السلام کو کھڑا کیا، ان کے پیچھے حضرت یوسف علیہ السلام کو کھڑا کیا ثُمَّ قَامَ اِخْوَانُهٗ خَلْفَ يُوْسُفَ پھر حضرت یوسف علیہ السلام کے ان مجرم بھائیوں کو کھڑا کیا جنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنویں میں ڈالا تھا۔ اس

کے بعد حضرت جبرئیل علیہ السلام نے سرکاری مضمون سے دعا کرائی، فرمایا کہ آپ سب یہ دعا مانگیے جس کا مضمون میں آسمان سے لے کر آیا ہوں یَا رَجَاءَ الْمُؤْمِنِیْنَ لَا تَقْطَعْ رَجَائَنَا اے ایمان والوں کی آخری امید! اپنی رحمت سے ہماری امیدوں کو نہ کاٹیے کہ آپ کے بعد ہماری کوئی آخری عدالت اور سپریم کورٹ نہیں ہے، یہاں کے بعد مجرم پھر کہیں نہیں جاسکتا۔ یَا غِیَاثَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَغِثْنَا اے ایمان والوں کی فریاد کو سننے والے! ہماری فریاد سن لیجیے۔ یَا مُعِیْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِنَّا اے ایمان والوں کے مددگار! ہماری مدد فرمادیجیے۔ یَا مُحِبَّ التَّوَّابِیْنَ تُبْ عَلَیْنَا[۲۷] اے توبہ کرنے والوں سے محبت فرمانے والے! ہم پر توجہ فرمادیجیے، ہماری توبہ کو قبول فرمالیجیے۔ بس اُسی وقت اُن کا کام بن گیا اور توبہ قبول ہوگئی۔ معلوم ہوا کہ ذکر مقبول اُسی کا ہے جسے توبہ و استغفار کی توفیق ہوجائے اور جو گناہوں کو چھوڑ دے اور یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ کے سوا ہم کو کوئی معاف نہیں کرسکتا جو قرآنِ پاک سے ثابت ہے یعنی وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ۔

گناہوں پر اصرار کی شرعی تعریف

اللہ تعالیٰ آگے فرمارہے ہیں:

وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ[۲۸]

اور وہ لوگ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔ اور اصرار کا ترجمہ وہ نہیں ہے جو عام لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر دوبارہ خطا ہوگئی تو سمجھتے ہیں کہ بس میں مردود ہوگیا۔ دوستو! خطاؤں کا بار بار ہونا مردودیت کی علامت نہیں ہے۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبانِ نبوت کے الفاظ نقل کررہے ہیں، گویا اس آیت کی تفسیر فرمارہے ہیں مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَلَوْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً[۲۹] جو استغفار و توبہ کرلیتا ہے اگرچہ اس سے پھر ستّر دفعہ گناہ ہوجائے، تو وہ اصرار کرنے والوں میں شامل نہیں ہوتا، بشرطیکہ توبہ

[۲۷] روح المعانی: ۱۳/۵۶، یوسف (۹۹)، دار احیاء التراث، بیروت
[۲۸] اٰل عمرٰن: ۱۳۵
[۲۹] مشکٰوۃ المصابیح: ۲۰۴، باب الاستغفار والتوبۃ، المکتبۃ القدیمیۃ

کرتے وقت آیندہ گناہ سے بچنے کے لیے جان کی بازی لگا دینے کا پکا ارادہ ہو کہ یا اللہ! میں جان دے دوں گا مگر گناہ کرکے آپ کو ناراض نہیں کروں گا اور اللہ والوں سے گناہوں کو چھوڑنے کی تدبیر بھی پوچھتا ہے، اپنی اصلاح کے لیے فکر مند رہتا ہے کہ ہماری کوئی سانس گناہ کرکے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی میں نہ گزرے۔ اس کے باوجود اگر کبھی سال چھ مہینے میں کوئی گناہ ہو جائے تو فوراً توبہ کرکے پھر سے کمر باندھ لے۔

نسیم جاگو کمر کو باندھو
اٹھاؤ بستہ سحر ہوئی ہے

تو اصرار کی تفسیر بتادی تاکہ لوگ اصرار کے اردو معنیٰ نہ سمجھ لیں یعنی ضد کرنا، بار بار کرنا، یہاں اصرار کے لغوی معنیٰ مراد نہیں ہیں۔ اَصَرَّ کا اردو مطلب نہ سمجھ لینا۔ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ اصرارِ شرعی کی تفسیر بیان کرتے ہیں:

اَلْاِصْرَارُ الشَّرْعِیُّ اَلْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ بِدُوْنِ الْاِسْتِغْفَارِ وَالرُّجُوْعِ بِالتَّوْبَۃِ

جو توبہ و استغفار کیے بغیر گناہ پر قائم رہے، گناہ پر گناہ کیے جارہا ہو توبہ ہی نہ کرتا ہو، یہ ہے گناہوں پر اصرار کرنے والا۔ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ یہاں وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ کیوں نازل فرمایا؟ علاّمہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ حال ہے، یہاں ایک لفظ پوشیدہ یعنی محذوف ہے وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ قُبْحَ فِعْلِھِمْ یعنی جو اپنے گناہوں کے عذاب اور وبال کو جانتے ہیں کہ ان بُرے اعمال سے اللہ ناراض ہو جاتا ہے اور اگر اللہ ناراض ہو جائے تو کہیں چین نہیں ملتا۔

نگاہِ اقرباء بدلی مزاجِ دوستاں بدلا
نظر اِک اُن کی کیا بدلی کہ کل سارا جہاں بدلا

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے اثرات

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے حق میں کوئی کوتاہی ہو جاتی ہے تو میری بیوی بھی نافرمان ہو جاتی ہے، میرے بچے بھی نافرمان ہو جاتے ہیں، میرا گھوڑا بھی نافرمان ہو جاتا ہے۔ جس سے خدا ناراض ہوتا ہے وہ دنیا میں کہیں چین نہیں پا سکتا۔ اور جس نے اللہ کو

www.khanqah.org

راضی کر لیا ساری کائنات اس کے چین کو چھین نہیں سکتی، چاہے وہ کانٹوں میں لیٹا ہو مگر دل کی بہار کو کانٹے بھی نہیں چھین سکتے۔ میرا شعر ہے ؎

صدمہ و غم میں مرے دل کے تبسم کی مثال
جیسے غنچہ گھرے خاروں میں چٹک لیتا ہے

خاصانِ خدا گناہوں پر اصرار کیوں نہیں کرتے؟

اگر کلیاں کانٹوں میں کِھل سکتی ہیں، سکرا سکتی ہیں تو وہ دل جو اللہ کو راضی کیے ہوئے ہے غموں میں بھی اللہ اس کو تبسم کا مقام دے سکتا ہے۔ تو علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ حال ہے فَاِنَّ الْحَالَ قَدْ يَجِيْءُ فِيْ مَعْرِضِ التَّعْلِيْلِ اللہ تعالیٰ نے یہاں علت بیان کرنے کے لیے فرمایا کہ یہ گناہوں پر اس لیے قائم نہیں رہتے کہ میری ناراضگی اور میرے غضب سے بہت ڈرتے ہیں گو کبھی نفس سے مغلوب ہو جاتے ہیں، لیکن گناہ کے بعد ان پر ندامت طاری ہو جاتی ہے، خون کے آنسوؤں سے روتے ہیں، کیوں کہ ان کو یقین ہے کہ اگر میرا اللہ ناراض ہو گیا تو میرا ٹھکانہ نہ دنیا میں ہے نہ آخرت میں ہے۔ پھر نہ بیوی مجھے چین دے سکتی ہے نہ بچے چین دے سکتے ہیں۔ اگر کینسر ہو جائے یا گردے میں پتھری پڑ جائے، تو نہ بیوی یاد آتی ہے نہ بچے یاد آتے ہیں، بس اللہ ہی یاد آتا ہے۔ جب تک ہم لوگ چین سے ہیں اللہ کو کم یاد کرتے ہیں حالاں کہ علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث نقل کی ہے:

اُذْكُرُوا اللّٰهَ فِي الرَّخَاءِ يَذْكُرْكُمْ فِي الشِّدَّةِ[۳۰]

سکھ اور عیش میں اللہ تعالیٰ کو یاد کرو وہ دُکھ میں تمہیں یاد رکھے گا، تمہاری ہر آہ فوراً قبول ہو جائے گی۔ آہ پر مجھے اپنا ایک شعر یاد آ گیا ؎

میرا پیام کہہ دیا جا کے مکاں سے لامکاں
اے مری آہِ بے نوا تو نے کمال کر دیا

---

[۳۰] مصنف ابن ابی شیبۃ:۱۳/۳۷۵، باب کلام الضحاك ابن قیس، مؤسسۃ علوم القراٰن

اللہ کا ذکر روح کی غذا ہے

ایک بزرگ نے مسجد میں ڈیڑھ گھنٹے ذکر کیا، ان کے یہاں مہمان آیا ہوا تھا، اس کو جلدی چائے پینے کی عادت تھی، اس نے پوچھا کہ اتنی دیر سے مسجد میں کیا کر رہے تھے؟ بزرگ نے جواب دیا کہ اپنی روح کو ناشتہ کرا رہا تھا، یہ روحانی ناشتہ تھا، جسم میں روح نہ ہو تو چائے نہیں پی سکتے۔ اللہ کا نام روحانی غذا ہے جو جسمانی تکلیفوں کو راحت سے بدل دیتا ہے۔ میرا شعر ہے؎

ہر تلخیٔ حیات و غمِ روزگار کو
تیری مٹھاسِ ذکر نے شیریں بنا دیا

گناہوں سے بچنے کا نسخہ

جب کوئی غم آئے چاہے بیوی بیمار ہو، بچہ بیمار ہو، دشمن ستا رہا ہو، کوئی بھی غم آئے، یہاں تک کہ گناہ سے بچنے کا غم بھی ہوتا ہے، بُرائی کی عادت نہیں چھوٹتی، تو دو رکعات صلوٰۃ الحاجت تین دفعہ پڑھیے اور تین دفعہ اس لیے کہتا ہوں کہ تین عربی میں جمع کے لیے آتا ہے یعنی کثرت سے دعا کرنا ثابت ہو جائے۔ محدثِ عظیم ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ جب امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی بینائی واپس آئی، تو ان کی والدہ سے خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا: قَدْ رَدَّ اللّٰهُ عَلٰى ابْنِكِ بَصَرَهٗ بِكَثْرَةِ دُعَائِكِ اے امام بخاری کی والدہ! تیرے بیٹے کی بینائی خدا نے واپس کر دی تیری کثرتِ دعا کی وجہ سے۔ اور عربی میں تین سے کم کو کثرت میں شمار نہیں کیا جاتا، لٰہذا روزانہ مختلف اوقات میں تین دفعہ صلوٰۃ الحاجت پڑھیے اور تین سے کم آنسو نہ بہائیے۔ ملّا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جہاں رونے کا حکم آیا ہے وہاں آنسو کے لیے کہیں دَمْعٌ کا لفظ آیا ہے اور کہیں دُمُوْعٌ آیا ہے اور دُمُوْعٌ جمع ہے دَمْعٌ کی، تو عربی میں جب جمع استعمال ہو گا تو تین سے کم نہیں ہو گا، لٰہذا کم از کم تین آنسو تو بہالو، اور اگر تین آنسو بھی نہ نکلیں تو پھر ابنِ ماجہ والی حدیث کا دامن

پکڑنا پڑے گا، جس کے راوی حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جو سترہ سال کی عمر میں ایمان لائے تھے اور جن کے لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِرْمِ یَا سَعْدُ فِدَاكَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ اے سعد! تیر چلاؤ، میرے ماں باپ تم پر قربان!

اور پھر دعا فرمائی: اَللّٰهُمَّ سَدِّدْ سَهْمَهٗ وَأَجِبْ دَعْوَتَهٗ [۳۱] اے اللہ! میرے سعد کے تیر کا نشانہ ٹھیک کر دے اور اس کی دعا کو ہمیشہ کے لیے قبول کر لے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَحَدُ الْعَشَرَۃ بھی ہیں اور اٰخِرُ الْعَشَرَۃ بھی ہیں، یعنی عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور ان کے انتقال کے بعد عشرہ مبشرہ میں سے کوئی دنیا میں باقی نہیں رہا یہ اس حدیث کے راوی ہیں کہ اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی شکل بنالو۔ دوستو! میں تو اس کو بزرگوں کا قول سمجھتا تھا، لیکن جب ابنِ ماجہ کی یہ حدیث دیکھی، تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی، کم از کم تین قطرہ آنسو تو نکل ہی آتے ہیں۔ ایک شاعر کہتا ہے ؎

سنا ہے سنگ دل کی آنکھ سے آنسو نہیں بہتے
اگر سچ ہے تو دریا کیوں پہاڑوں سے نکلتے ہیں

اگر آپ قیامت کے نقشے کا، دوزخ کی آگ کا اور قبر کا مراقبہ کریں گے تو ان شاء اللہ آنسو نکل آئیں گے، لیکن حدیث نے رعایت کی ہے اور یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ رحمت ہے کہ رونے والوں کی شکل بنالو تو بھی کام بن جائے گا۔

شکل بنانے پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک سپاہی تھا، اس کا انگریز افسر کپتان تھا جو چھٹی دینے میں نہایت بخیل تھا، اس نے کپتان کے پاس جانے سے پہلے آنکھوں میں پیاز لگائی اور جعلی آنسو بہاتا ہوا اس کے پاس گیا کہ سر! میری والدہ کا انتقال ہو گیا ہے اور پھر خوب آنسو بہائے، کپتان نے اس کے آنسو دیکھ کر اسے فوراً چھٹی دے دی، بعد میں خوب ہنسا کہ میں نے اپنے افسر کو بے وقوف بنا دیا، لیکن اللہ تعالیٰ کا معاملہ دوسرا ہے، یہاں پیاز لگا کر آنسو بہانے کی بھی ضرورت نہیں، اگر آنسو نہ آئیں تو اُن کی شانِ رحمت کو لینے کے لیے رونے والوں کی شکل

[۳۱] کنز العمال: ۲۱۲/۱۳ (۳۶۶۴۴)، مؤسسۃ الرسالۃ- مشکوٰۃ المصابیح: ۵۶۶، الاکمال فی اسماء الرجال

بنالو ان شاء اللہ اس سے ہی کام بن جائے گا، لہٰذا جب کبھی کوئی غم آئے مثلاً اصلاح نہ ہو رہی ہو، کوئی روحانی بیماری نہ جا رہی ہو، بچہ بیمار ہو یا خود بیمار ہوں، غرض کوئی بھی پریشانی یا بیماری ہو تو ڈاکٹر پر یا تدابیر پر زیادہ بھروسہ مت کرو، یہ پیالے ہیں اور پیالوں سے کچھ نہیں ملے گا، پیالوں میں بھیک کوئی اور دیتا ہے، صحت بھی اللہ کے یہاں سے ملے گی، تندرستی بھی وہاں سے ملے گی اور دشمن بھی وہیں سے مغلوب ہو گا، لہٰذا جب کبھی کوئی دشمن ستائے تو سمجھ لو کہ یہ اُن کے اُبھارے ہوئے ہیں ؎

بھلا اِن کا منہ تھا میرے منہ کو آتے
یہ دشمن اُن ہی کے اُبھارے ہوئے ہیں

لہٰذا جب ان کو راضی کر لوگے تو ہماری نالائقی اور گناہوں کے کتے پن کے سبب دشمنوں کے جو شیر ہم پر مسلط کیے گئے تھے وہ ہٹا لیے جائیں گے۔ مولانا رومی کی دعا ہے ؎

گر سگی کردیم اے شیر آفریں
شیر را مگمار بر ما زیں کمیں

اے خدا! مجھ سے تو کتا پن ہو گیا، بد نظری ہو گئی، گناہ ہو گئے، لیکن آپ ہم پر رحم فرمائیے، ہمارے گناہوں کو بخش دیجیے اور اپنے شیر کو ہماری پیٹھ پر سے ہٹا دیجیے۔ ان شاء اللہ استغفار اور دعا کی برکت سے وہ دشمن کو نرم کر دیں گے۔ جو شیروں کو مسلط کرنا جانتے ہیں وہ بھگانا بھی جانتے ہیں، بلکہ انہیں مسخر کر کے آپ کا غلام بھی بنا سکتے ہیں۔

اب دعا کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ یا اللہ! سب سے پہلے اختر محتاج ہے، اس مجلس میں میرے بزرگ بھی موجود ہیں، حکیم الامت کو دیکھے ہوئے لوگ بھی ہیں، میں ان سے اور سارے صالحین سے عرض کرتا ہوں کہ سب سے زیادہ محتاج اختر ہے، دعا کیجیے کہ یا اللہ! جو کچھ اس مقرر نے کہا اس پر زیادہ سے زیادہ عمل کی توفیق عطا فرما دے۔ یہ مجلس صیانۃ المسلمین حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی قائم کی ہوئی ہے اِس کی برکت سے آج یہاں پورے ملک سے لوگ آئے ہوئے ہیں یا اللہ! اس مبارک مجلس کو قبول فرما لے اور حکیم الامت کے نام کی نسبت کے صدقے میں ہم سب کو صاحبِ نسبت بنا دے

اور نہایت اقویٰ نسبت عطا فرمادے، ہم اللہ سے کم نسبت کیوں مانگیں؟ کم پر کیوں راضی رہیں؟ جب ہم اللہ سے مانگتے ہیں تو اپنے ربّا کی شانِ کریمی پر نظر رکھ کر مانگتے ہیں اور ملّا علی قاری فرماتے ہیں کہ کریم اس ذات کو کہتے ہیں اَلَّذِیْ یُعْطِیْ بِدُوْنِ الْاِسْتِحْقَاقِ[۳۲] جو نالائقوں پر فضل کردے، اے خدا! ہم قسم کھاسکتے ہیں کہ ہم نالائق ہیں، نااہل ہیں لیکن ہمارے سینوں میں جو دل ہے آپ اسے پیار کرکے اپنا بنالیں، جب آپ ہمارے دل کو اپنا بنالیں گے تو قالب خود بخود آپ کا ہوجائے گا، جب بادشاہ آپ کا ہوگا تو جسم تو رعایا ہے، یہ خود ہی آپ کا ہوجائے گا، پس آپ ہمارے دلوں کو اپنی ولایت کے لیے، اپنی محبت کے لیے منتخب فرمالیں، اپنی شانِ کریمی کے صدقے ہم سے سب گناہوں کو چھڑوادیجیے، تمام گناہوں سے توبۂ صادقہ نصیب فرمائیے، استقامت علی الدین نصیب فرمائیے اور آپ نے اپنے اولیائے صدیقین کے سینوں میں اپنی محبت کا جو درد اور اپنی نسبت اور اپنے تعلق کی جو دولت عطا فرمائی ہے وہ ہمیں بھی اپنی رحمت سے عطا فرمادیجیے۔ آخر میں اختر آپ سے وہ دعا مانگتا ہے جو ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سکھائی تھی کہ جب دعا مانگتے مانگتے تھک جاؤ تو خدا سے یہ کہہ دو کہ اے خدا! ہم مانگتے مانگتے تھک گئے، اب بغیر مانگے اپنی رحمت سے ہمیں سرفراز فرما دیجیے، آپ کا نام بہت بڑا نام ہے، جتنا بڑا آپ کا نام ہے اتنا ہم پر کرم فرمادیجیے، آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ

❁❁❁❁

---

۳۲ مرقاۃ المفاتیح: ۲۱۲/۳، باب التطوع، المکتبۃ الامدادیۃ، ملتان

انسان اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور بندگی کی معراج حق تعالیٰ کی رضائے کامل کا حصول ہے۔ اکابر فرماتے ہیں کہ جس کو اللہ تعالیٰ کی رضائے کامل حاصل ہوگئی اللہ تعالیٰ اس سے کبھی ناراض نہیں ہوتے اور جو اللہ کے یہاں مقبول ہوگیا پھر بارگاہِ الٰہی سے کبھی مردود نہیں ہوتا جیسے صحابہ کرام اور بڑے بڑے اولیاء کرام کی جماعت کی جماعت اس زمرے میں داخل ہیں۔ لہٰذا ہمیشہ اللہ کی رضائے کامل اور مقبولیت کی دعا مانگنی چاہیے۔

شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجددِ زمانہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے وعظ "لازوال سلطنت" میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے دعاؤں کے ساتھ ساتھ ان اعمال کی ترغیب بھی دی ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضائے کامل اور ان کا مقبول بندہ بننے میں مؤثر ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں شرفِ قبولیت کے مرتبے کا حصول مؤمن کی وہ عظیم الشان سلطنت ہے جسے کبھی زوال نہیں آتا۔

www.khanqah.org

ناشر

کتب خانہ مظہری